ہفت روزہ
ترجمان اسلام
لاہور

نگران اعلیٰ
مفتی محمود

فوجوں کو یہ کہہ کر مداخلت کرنا پڑی

"بس اب بہت ہو چکا ہے"

ایک قاتل کی سرگزشت

جمہوری نظام کے بغیر پاکستان زندہ نہیں رہ سکتا

علاوہ ازیں

ذکری فرقہ کے متعلق حقائق ـ سیاسیات عالم ـ مسئلہ کشمیر ـ امت مسلمہ
طلباء کی سرگرمیاں ، شہر شہر سے اور قارئین کے خطوط کے علاوہ دیگر دلچسپیاں

۵ مئی ۷۸ء ۲۶ جمادی الاول

نعت

آغاز برنی لاہور

جو کور ہو ترا حسن و جمال کیا دیکھے
کہ دیکھنا بھی جسے ہو محال کیا دیکھے

جمی ہوئی ہو نظر جس کی تیرے عارض پر
شکار گاہِ جہاں میں غزال کیا دیکھے

تو جس کی فکر کا مرکز ہو زیست کا محور
وہ شرق و غرب و جنوب و شمال کیا دیکھے

فراق میں ہو سکوں جس کو ہجر میں لذّت
شبِ طلب میں وہ ہجر و وصال کیا دیکھے

ازل سے فکر کے اس دائرے میں ہوں آغاز
نگاہِ شوق نہ جانے مآل کیا دیکھے

غزل

قدیر طاہر

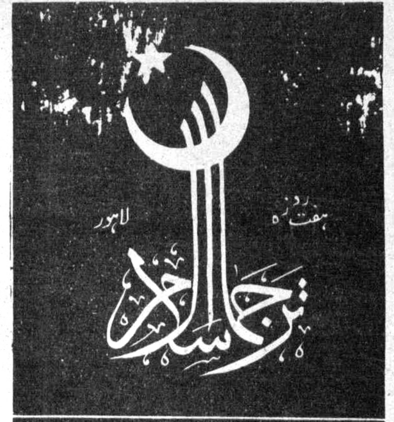
درد کے سانچے سے سورج وہ ابھارا جائے
جس سے تاریک دریچوں کو نکھارا جائے

اپنے فنکار کی سوچوں کو ڈسا ہے تُو نے
زندگی کیسے ترا نقش ابھارا جائے

لوگ ساحل پہ جو بیٹھے ہیں تماشائی ہیں
ڈوبنے والوں کسی کو نہ پکارا جائے

دشتِ غربت ہی میں مر جائیں تڑپ کر ہمدم
اپنا شیوہ ہے کہ مت ہاتھ پسارا جائے

کیسا اخلاص یہاں، کیسی مروّت طاہر!
لوگ بہتے ہیں جدھر وقت کا دھارا جائے



جلد نمبر ۲۱ شمارہ نمبر ۱۸

جُمعۃ المبارک ۵ مئی ۱۹۷۸ء ۲۶ جمادی الاوّل

سرپرست
مولانا عبید اللہ انور
مدیر
اکرام القادری
مدیر معاون
عمیر الہاشمی

بدلِ اشتراک
سالانہ
۴۵ —— روپے
ششماہی
۲۳ —— روپے
سہ ماہی —— ۵۰/۱۱ روپے
فی پرچہ
ایک روپیہ

جمعیۃ علماء اسلام پاکستان

احتساب کی رفتار

پاکستان قومی اتحاد کے صدر مولانا مفتی محمود نے احتساب کی موجودہ رفتار پر عدم اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے مارشل لار حکومت کو مشورہ دیا ہے کہ وہ احتساب کا قصہ جلد نمٹائے تاکہ ملک میں عام انتخابات کا ڈول ڈالا جائے ۔ مفتی صاحب نے ایک بار پھر پوری شدّت سے اپنے اس مُوقف کا اعادہ کیا ہے کہ ملک کے تمام مسائل کا حل انتخابات ہیں ۔

تحریک استقلال کے سربراہ اصغر خاں صاحب نے بھی احتساب کی موجودہ رفتار پر اظہار ناپسندیدگی کیا ہے اور حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ سال رواں کے آخر تک انتخابات کرائے ۔ انہوں نے سیاسی سرگرمیوں پر پابندی کی وجہ سے زیرِ زمین سازشوں کی طرف بھی اشارہ کیا ہے ۔

موجودہ عبوری حکومت بھی اپنے روزِ اوّل سے اس بات کی یقین دہانی کراتی چلی جا رہی ہے کہ ہمارا مقصد صرف اور صرف ملک میں انتخابات کرا کے جمہوریت کی بحالی ہے ۔ خود چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر جنرل محمد ضیاء الحق متعدد بار کہہ چکے ہیں کہ ہم اقتدار میں مدت تک رہنا نہیں چاہتے بلکہ انتخابات کرا کر جانا چاہتے ہیں ۔

اس سلسلے میں قومی حلقوں کی طرف سے جب بھی شکوک وشبہات کا اظہار کیا جاتا ہے تو موجودہ عبوری حکومت کے ذمہ دار افراد دو ٹوک الفاظ میں یہ کہہ دیتے ہیں کہ ہم انتخابات کرائیں گے اور ضرور کرائیں گے ، کسی قسم کے شکوک وشبہات کی ضرورت نہیں ۔ اس طرح سے عوام کے شکوک وشبہات کی فضا چھٹ جانے کا اہتمام ہو جاتا ہے مگر جب پھر کچھ عرصہ گزرنے لگتا ہے تو وہی پہلی سی کیفیت ابھر کر سامنے آنے لگتی ہے ۔ یہ سلسلہ موجودہ حکومت کے ابتدائی ایام سے لے کر تادمِ تحریر جاری ہے ۔

عوام میں اس نوع کی بے یقینی اور تذبذب کے جو اثرات ملک وقوم پر مرتب ہوتے ہیں یقیناً مارشل لار انتظامیہ ان سے باخبر ہے لیکن اس کے باوجود ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ موجودہ حکومت اس بے یقینی کی فضا کو ختم کرنے کے لئے اب تک کوئی ٹھوس اقدام نہیں کر سکی ۔ اس میں بھی شک نہیں کہ موجودہ حکومت کو ان گنت اور گوں ناگوں مسائل کا سامنا ہے جو اسے سابقہ "عوامی حکومت" سے ورثہ میں ملے ہیں اور وہ اپنی پوری جانفشانی کے ساتھ ملک کی گاڑی کو راست سمت میں ڈالنے کی بھرپور کوشش کر رہی ہے ۔

لیکن کیا اس حقیقت سے انکار کیا جا سکتا ہے کہ جب تک عوام کو براہ راست اپنے مسائل حل کرنے کا موقع فراہم نہ کیا جائے گا یہ مسائل خاطر خواہ طریقہ پر حل نہیں ہوں گے ۔ یہ تو ممکن ہے کہ عوام کے تعاون کے بغیر کی جانے والی مخلصانہ کوششوں سے یہ مسائل کچھ عرصہ کے لئے دب جائیں مگر اس بات کی کوئی ضمانت نہیں کہ یہ مسائل ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائیں گے ۔ ان مہیب مسائل کے حل کا واحد طریقہ عوام کی براہ راست شرکت ہے اور وہ ہے جلد انتخابات ۔

اس سے قبل حکومت نے ان مسائل کو ہی حل کرنے کے لئے مرکزی اور صوبائی مشیر مقرر کئے مگر یہ تجربہ بھی مثبت نتائج پیدا نہ کر سکا ۔ اس کے بعد حکومت نے ان مسائل کو حل کرنے کے لئے سیاستدانوں کو قومی حکومت بنانے کی دعوت دی جو ابھی تک نتیجہ خیز ثابت نہیں ہو سکی اور نظر بظاہر یہ بیل بھی منڈھے

بڑھتی نظر نہیں آتی بلکہ اس سے نقصان یہ ہونے لگا تھا کہ قومی اتحاد کی جماعتوں میں ہی پھوٹ پڑنے کا خدشہ نمودار ہونے کی صورت پیدا ہوگئی تھی۔

اب ملک وقوم کو درپیش ان مسائل سے نمٹنے کے لئے آخری چارۂ کار کے طور پر عام انتخابات کا جلد انعقاد ہی رہ جاتا ہے جو اب پوری قوم کا مطالبہ ہے۔ اب اس کار خیر میں تاخیر نہیں ہونی چاہیئے۔ اس کے لئے احتساب کی موجودہ رفتار کو بھی تیز کرنا ناگزیر ہے اور اس سلسلے میں بھی قومی اتحاد کے سربراہ مولانا مفتی محمود نے رہنمائی کرتے ہوئے کہا تھا کہ بڑے مجرموں کا احتساب جلد نمٹا دیا جائے اور دوسرے تیسرے درجے کے مجرموں کا احتساب نمائندہ حکومت پر چھوڑ دیا جائے۔ یہ ایک عمدہ اور قابل عمل تجویز ہے جس پر عمل پیرا ہوکر انتخابات کے انعقاد کی منزل کو قریب کیا جا سکتا ہے اور بہت سے کھیکھڑوں سے بچا جا سکتا ہے۔ اس طرح سے زیر زمین سازشوں کا بھی قلع قمع ہوسکتا ہے اور جمہوریت بھی بحال ہو سکتی ہے۔

مفاہمت کی راہ:

گذشتہ دنوں قومی حکومت میں شمولیت کے سلسلے میں پاکستان قومی اتحاد اور این۔ڈی۔پی میں اختلافات کی بات چلی تو قومی حلقوں میں خاصی تشویش اور اضطراب محسوس کیا گیا۔ پاکستان قومی اتحاد اور این۔ڈی۔پی کے رہنماؤں کی طرف سے بیانات اور جوابی بیانات سے اتحاد کی فضا میں مزید تکدر پیدا ہوتا ہوا نظر آیا۔

لیکن ملک وقوم کی خوش قسمتی کہیئے کہ این۔ڈی۔پی کے رہنماؤں نے بالغ نظری کا ثبوت دیتے ہوئے اپنے موقف میں لچک پیدا کرلی اور انہوں نے پاکستان قومی اتحاد کے سربراہ مولانا مفتی محمود کی قیادت پر بھرپور اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے واضح طور پر کہا کہ ہم کسی حالت میں بھی قومی اتحاد سے جدا نہیں ہوں گے۔ اس کے بعد پاکستان قومی اتحاد کے جنرل سیکرٹری پروفیسر غفور احمد صاحب نے بھی اپنے ایک بیان میں یہ کہا کہ قومی حکومت بننے کے امکانات زیادہ واضح نہیں رہے۔ بقیہ صہ ۲۴ پر

جمعیۃ کے مرکزی اور صوبائی عہدہ داروں کے ساتھ قائد جمعیۃ علماء اسلام کے صلاح مشورے

قائد جمعیۃ علماء اسلام حضرت مولانا مفتی محمود نے گذشتہ روز مدرسہ قاسم العلوم شیرانوالہ گیٹ لاہور میں جمعیۃ کے مرکزی اور صوبائی عہدہ داروں کے اعزاز میں عشائیہ دیا جس میں مندرجہ ذیل حضرات نے شرکت کی:۔

مولانا محمد شریف وٹو نائب امیر مرکزیہ	مولانا عبدالکریم بیر شریف نائب امیر مرکزیہ
مولانا قاضی عبداللطیف ناظم مرکزیہ	مولانا محمد اجمل ناظم مرکزیہ
مولانا زاہد الراشدی ناظم مرکزیہ	مولانا عبیداللہ انور امیر صوبہ پنجاب
قاری نورالحق قریشی ایڈوکیٹ ناظم عمومی پنجاب	مولانا ایوب جان بنوری امیر صوبہ سرحد
صاحبزادہ عبدالباری جان ناظم عمومی صوبہ سرحد	مولانا عبدالواحد امیر صوبہ بلوچستان
حاجی محمد زمان خان اچکزئی ناظم عمومی بلوچستان	مولانا محمد خان شیرانی نائب امیر بلوچستان

حافظ حسین احمد ناظم اطلاعات بلوچستان

قائد جمعیۃ نے عشائیہ کے شرکاء کو ملک کی تازہ ترین سیاسی صورت حال کے بارے میں پاکستان قومی اتحاد کے نقطۂ نظر اور قومی حکومت کے سلسلے میں حکومت سے بات چیت کی تفصیلات سے آگاہ کیا۔ آپ نے این۔ڈی۔پی کے طرز عمل اور اس سے متعلق امور پر بھی روشنی ڈالی۔

اس موقع پر جمعیۃ کے مرکزی اور صوبائی عہدہ داروں نے مختلف مسائل پر باہمی غیر رسمی تبادلۂ خیالات کیا۔ عشائیہ کے بعد اخباری نمائندوں سے گفتگو کرتے ہوئے قائد جمعیۃ مولانا مفتی محمود نے کہا کہ ہم اصولی طور پر قومی حکومت میں شمولیت کو درست نہ سمجھتے ہوئے بھی ملک وقوم کے وسیع تر مفاد کے لیے اس کے لئے تیار ہیں اور ہم نے مارشل لا حکومت کو اپنی پوزیشن سے آگاہ کرتے ہوئے بتا دیا ہے کہ اگر وہ اس صورت حال میں ضروری سمجھتے ہیں تو ہم ان کے ساتھ تعاون کے لئے تیار ہیں۔

انہوں نے واضح طور پر ایک بار پھر اسی امر کا اعادہ کیا کہ قومی اتحاد کو اقتدار کی کوئی خواہش نہیں ہے سابق وزیر اعظم بھٹو نے ہمیں اقتدار کی پیش کش کی تھی اور مذاکرات کے دوران مجھے ڈپٹی وزیر اعظم کا عہدہ پیش کیا تھا لیکن ہم نے اصول کی خاطر مسلسل اقتدار کو ٹھکرایا۔" ہمارے دل میں رتی بھر بھی اقتدار کی گنجائش نہیں ہے۔" انہوں نے کہا کہ بعض افراد بلا وجہ جمہوریت کے چیمپئن بنتے ہیں۔ ہم انتہائی مجبوری کے تحت قومی حکومت کی تجویز پر غور کر رہے ہیں۔

انہوں نے کہا کہ یہ ملک ہمارا ہے۔ ہم مارشل لا حکومت سے ملک کی سالمیت و استحکام کے لئے تعاون کریں گے تاہم انہوں نے کہا کہ ہم اس اطمینان کے بغیر قومی حکومت میں شامل نہیں ہوں گے کہ ہماری شمولیت سے کوئی مفید کام ہو سکے گا۔ انہوں نے کہا کہ ہماری دلی خواہش یہ ہے کہ ملک میں جلد انتخابات منعقد ہوں۔ جمہوریت بحال کی جائے اور اسلامی نظام نافذ ہو۔

جمعیۃ علماء پاکستان کے بارے میں ایک سوال کے جواب میں مولانا مفتی محمود نے کہا کہ ہم نے ہمیشہ جمعیۃ علمائے پاکستان کا خیر مقدم کیا ہے اور اب بھی ہم یہ چاہتے ہیں کہ وہ ہمارے ساتھ مل کر کام کریں۔ ایک اور سوال کے جواب میں مولانا مفتی محمود نے اس بات کی سختی سے تردید کی کہ جمہوری پارٹی اور قومی اتحاد میں قومی حکومت کے بارے میں کوئی اختلاف موجود ہے اور کہا کہ ہم نے جنرل محمد ضیاء الحق سے ملاقات سے قبل نوابزادہ نصر اللہ خان سے رابطہ قائم کیا تھا اور ان کے مشورے کے بعد ہم نے تجاویز پیش کی تھیں۔

نمائندہ خصوصی

دین کس چیز کا نام ہے؟

مسجد قاسم العلوم گلبرگ ملتان میں پاکستان قومی اتحاد کے صدر

قائد جمعیۃ مولانا مفتی محمود کا بصیرت افروز خطاب

خطبۂ مسنونہ کے بعد پاکستان قومی اتحاد کے صدر حضرت مولانا مفتی محمود مدظلہٗ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر عمل پیرا ہونے کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا کہ دین اتباع نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ہے۔ مفتی صاحب نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ سورج کے طلوع کے وقت سجدہ کرنا جائز نہیں۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ جب ایسی عبادت جو قرب خداوندی کا سب سے بڑا ذریعہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کہنے سے ناجائز ہو جائے تو پھر کسی اور عمل کا تو کہنا ہی کیا ہے۔

آپ نے فرمایا حدیث میں ہے کہ سجدے کی حالت میں بندہ سب سے زیادہ خدا سے قریب ہوتا ہے لیکن وہی سجدہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے برعکس طلوع آفتاب کے وقت کیا جائے گا تو بجائے قرب خداوندی کے بُعد کا ذریعہ ہو جائے گا۔ نماز ادا کرنے کے وقت جو جملے کہے جاتے ہیں وہ کتنے پیارے ہیں اللہ اکبر۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔ سبحان اللہ۔ اللہ تمام کمزوریوں اور تمام عیبوں سے پاک ہے

الحمد للہ۔ تمام تعریفیں اسی ذات واحد و یکتا کے لئے ہیں لیکن اس کے باوجود خدا کے حضور بھی ایسا کرنا طلوع و غروب آفتاب کے وقت جائز نہیں۔ کیوں؟ اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرنے سے منع فرمایا۔

اسی طرح سے ایک مسلمان پر روزہ فرض ہے۔ ایک حدیث میں روزہ کو گناہوں سے بچنے کی ڈھال قرار دیا گیا ہے لیکن عید کے دن روزہ رکھنا گناہ ہے اور گیارہ، بارہ، تیرہ ذی الحج کو روزہ رکھنا گناہ ہے۔ عجیب بات ہے کہ جو چیز تمام سال گناہوں سے اجتناب کا ذریعہ بنی رہی۔ وہ ان پانچ دنوں میں گناہ قرار پائی۔ کیوں؟ اس لئے کہ ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ایام میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔

حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ غزوۂ خندق سے جب لشکر اسلام واپس آگیا تو جبریل علیہ السلام آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے ہتھیار کھول دیے ہم (فرشتوں) نے تو ابھی ہتھیار نہیں کھولے اور کہا کہ بنو قریظہ کی طرف چلیے۔ یہ سُن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ ہتھیار اٹھائے اور صحابہؓ کو بھی ہتھیار اٹھا کر بنو قریظہ کی طرف چلنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ نماز عصر بھی بنو قریظہ کی بستی میں جا کر پڑھیں۔

جماعت صحابہ ابھی بنو قریظہ کی بستی میں نہیں پہنچے تھے کہ نماز عصر کا وقت آگیا۔ اب بعض نے کہا کہ وقت پر نماز پڑھی جائے۔ اس حکم سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد یہ نہیں تھا کہ نماز قضا بھی ہونے کا بھی اندیشہ ہو تو بنو قریظہ ہی میں پڑھی جائے۔ بعض نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو قریظہ کی بستی میں پہنچنے سے قبل نماز عصر پڑھنے سے منع فرمایا ہے اس لئے ہم یہاں نماز نہیں پڑھیں گے۔ لہٰذا انہوں نے بنو قریظہ ہی میں جا کر نماز پڑھی۔ یہی مسئلہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کو درست قرار دیا۔ یہ اجتہادی مسئلہ تھا اس سے ثابت ہوا کہ قضا نماز پڑھنے والے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کی وجہ سے درست

جب ایسی عبادت جو قرب خداوندی کا سب سے بڑا ذریعہ ہے حضور صلعم کے کہنے سے ناجائز ہو جائے تو پھر کسی اور عمل کا تو کہنا ہی کیا ہے۔

ٹھہرے ۔

میدان عرفات میں سورج غروب ہو جانے کے باوجود نماز مغرب مزدلفہ میں نماز عشاء کے ساتھ پڑھنے کا حکم ہے ۔ اسی طرح عرفات کے میدان میں ۹ ذی الحج کو زوال کے بعد سے وقوف کے دوران اگر کوئی شخص سوتے ہوئے آیا یا بیہوشی کے عالم میں آیا اور چلا گیا لیکن وہ بھی حاجی ہے ۔ اس میدان میں شامل ہونے کے معنی یہ ہیں کہ وہ حاجی ہے اور گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسا اپنی پیدائش کے دن تھا ۔

اب دیکھئے آج بھی میدان عرفات موجود ہے مگر آج حج نہیں ہو سکتا ۔ اس لئے کہ ایسا کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے ثابت نہیں ہے ۔ غرضیکہ دین حقیقت میں وہی ہے جس کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو تعلیم دی ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے ہی ثابت ہے کہ آپ نے جمعہ کی نماز میں تعجیل فرمائی ۔ حضرت امام احمد بن حنبل رح کا مذہب یہ ہے کہ نماز جمعہ زوال سے قبل بھی جائز ہے ۔ دوسرے تین آئمہ رح کہتے ہیں کہ زوال کے فوراً بعد پڑھیں ۔ امام احمد بن حنبل رح اپنی تائید میں اس حدیث کو پیش کرتے ہیں جس میں صحابہ نے فرمایا کہ صبح کا کھانا نہیں کھاتے تھے اور دوپہر کو نہیں سوتے تھے مگر جمعہ کے بعد حدیث میں تغدی کا لفظ آیا ہے اور تغدی کا معنی ہے قبل از زوال کھانا ۔ تعشی کا معنی ہے بعد از زوال کھانا ۔ قیلولہ بھی زوال سے پہلے سونے کو کہتے ہیں ۔ اس حدیث کی بنیاد پر امام احمد ابن حنبل رح کہتے ہیں کہ تغدی سے پہلے جمعہ پڑھنا زوال سے پہلے پڑھنا ہے ۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ ہم جمعہ کی نماز پڑھ کے آتے تھے تو دیواروں کے سائے نہیں ہوتے تھے ۔ معلوم ہوا کہ زوال سے پہلے نماز پڑھی گئی ۔

لیکن تین آئمہ کہتے ہیں کہ اتنا سایہ نہیں ہوتا تھا کہ ہم اس کی پناہ میں چلیں ۔ وہ کہتے ہیں کہ بدل غدا کو غدا کہا گیا ہے ۔

لیکن تمام آئمہ اس پر متفق ہیں کہ جمعہ کی نماز میں تعجیل ہونی چاہیئے ۔ یہاں حال یہ ہے کہ مسجدوں میں سپیکر لگے ہوئے ہیں ۔ لوگ گھروں میں انتظار میں بیٹھے ہیں کہ تقریر ختم ہو تو نماز کے لئے جائیں مگر مولوی صاحب کہتے ہیں کہ لوگ آئیں تو میں تقریر کروں ان کا شوق تقریر اور ان کی نفرت تقریر ہی در اصل تاخیر کا سبب ہے ۔

القصہ یہ کہ جمعہ کی نماز میں تعجیل کی ضرورت ہے ۔ پہلے جمعہ کو تعطیل نہیں ہوتی تھی اس لئے نماز کی تیاری میں کم وقت ملتا تھا لیکن اب تو چھٹی ہے ہر آدمی ایک بجے آسانی سے پہنچ سکتا ہے ۔ اس طرح جمعہ کم از کم ڈیڑھ بجے تو ہو سکتا ہے ۔ گرمی ہو یا سردی ایک وقت مقرر ہونا چاہیئے اور وہ ڈیڑھ بجے سے زیادہ نہ ہو ۔ حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ یہ بھی آپ حضرات کی سستی کی وجہ سے ہے ورنہ اس سے پہلے بھی جمعہ ہو سکتا ہے ۔ مجھے بارہا کوفت ہوتی ہے اس لئے کہ کہیں ڈھائی بجے جمعہ پڑھایا جاتا ہے اور کہیں تین بجے ۔ اسی لئے میں نے آج اس موضوع پر تقریر کر کے آپ کو احساس دلایا ۔

مفتی صاحب نے فرمایا کہ ہم لوگ جذباتی مسلمان تو بڑے پکے ہیں ۔ یہاں اسلام کے خلاف کوئی بات کہی ہی نہیں جا سکتی اور یہ جذبہ بھی قابل مبارکباد ہے لیکن جب عمل کی باری آتی تو بہت سے لوگ ہم میں سے پیچھے رہ جاتے ہیں ۔ مجھے تسلیم ہے کہ اصل چیز ایمان ہے اور مجھے اس میں بھی شک نہیں کہ موجودہ مسلمانوں کی اکثریت کا خدا کی وحدانیت اور رسول کی رسالت پر یقین نہیں لیکن جس ایمان سے عمل کا پیدا نہیں ہوتا وہ مستحکم نہیں گو محمود ہے ۔

روایات میں آتا ہے کہ ایک شخص تھا جس نے کبھی کوئی خیر کا عمل نہیں کیا تھا ۔ جب وہ فوت ہونے لگا تو اس نے کہا کہ میری لاش کو جلا دو اور ہڈیوں کو پیس دو اور راکھ کا ایک حصہ سمندر میں بہا دو اور دوسرا ہوا میں اڑا دو ۔ اس کے ورثا نے اس کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے ایسا ہی کیا ، لیکن اللہ شانہ نے بحر و بر کو حکم دیا کہ اس کی راکھ کو اکٹھا کر دو اور اس طرح سے اسے زندہ کر دیا ۔ خداوند قدوس نے اس سے پوچھا کہ تو نے یہ کیا کیا تھا ۔ اس نے جواب دیا کہ باری تعالیٰ میں نے تیرے عذاب کے خوف سے ایسا کیا ۔ خدا نے کہا اس کا مطلب یہ ہے کہ تو جانتا ہے کہ خدا ہے اور پکڑنے کی قوت رکھتا ہے ۔ اس نے کہا ہاں میں جانتا ہوں ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی شان مغفرت کا اظہار کرتے ہوئے اسے معاف کر دیا ۔ وہ معافی دینا چاہتا ہے اور بخشش کرنا چاہے تو ایسے بھی کر دیتا ہے ۔

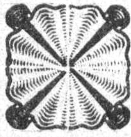
ایک حدیث میں آتا ہے کہ ایک شخص آ رہا تھا کہ راستے میں ایک پرندے کے بچے اس نے پکڑے اور چل دیا ۔ بچوں کی ماں بھی اس کے ساتھ ساتھ چلتی رہی اور اس شخص کے سر پر چکر لگاتی رہی جس نے اس کے بچے پکڑے ہوئے تھے حتیٰ کہ یہ شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں پہنچ گیا ۔ پرندوں کی ماں بھی وہاں پہنچ گئی ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کیفیت دیکھی تو فرمایا کیا بات ہے ۔ اس نے کہا میں نے یہ بچے پکڑے ہوئے ہیں ۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ بچے چھڑوا دیئے اور فرمایا کہ خدا کی قسم اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس پرندے سے زیادہ شفیق ہے ۔ خداوند قدوس خود فرماتے ہیں کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے ۔ لیکن جب وہ گرفت کرنے پر آتا ہے تو پکڑ بھی لیتا ہے یہی وجہ ہے کہ ایمان خوف اور رجا کے درمیان ہے یعنی عمل بھی کرو اور ڈرتے بھی رہو ۔ آپ جب بھی کوئی گناہ کریں گے تو اس میں پکڑ کا خطرہ ہوگا اس لئے ہر وقت خدا سے امید رکھنے کے ساتھ ڈرتے رہنا چاہیئے ۔

یہ درست ہے کہ ایمان بڑا سرمایہ ہے لیکن اس کے ساتھ ہی عمل خیر بھی بہت ضروری ہے اگر ایک ایمان والا عمل نہ کرے تو ایمان کے چلے جانے کا خطرہ ہے لہذا ہمارا ایمان تو ہے اور صدق دل سے ہے لیکن عمل میں کوتاہی ہے تو یہ کوئی معمولی نقصان نہیں ہے ۔

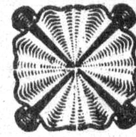
مفتی صاحب نے فرمایا انسانیت عمل سے بنتی ہے ۔ اخلاق اور کردار کی بلندی کا نام ہی انسانیت ہے ۔ بعض آدمی انسانوں سے تو حیا کرتے ہیں لیکن خدا سے حیا نہیں کرتے جبکہ انہیں معلوم بھی ہے کہ خدا دانا و بینا بھی ہے اور انسان کی ہر ہر حرکت دیکھ رہا ہے اور ہر وقت دیکھ رہا ہے ۔ خدا زیادہ حقدار ہے اس بات کا کہ

باقی صفحہ ۲۰

محمد زاہد بلند شہری







جو سیاستدان بننے کی ناکام کوشش کرتا رہا

لندن کے پندرہ روزہ انگریزی رسالے "امپکٹ انٹرنیشنل" کی حالیہ اشاعت میں مسٹر بھٹو کے مطابق جس تجزیے کا اظہار کیا گیا ہے کوئی بھی ہوشمند اور باشعور پاکستانی اسے درست تسلیم کرنے میں کسی قسم کا باک محسوس نہیں کریگا۔ جریدہ نے مسٹر بھٹو کی ناکامی اور موجودہ سیاسی و معاشی ابتری کو ان کی دورخی پالیسی کا سبب قرار دیا۔ مسٹر بھٹو کے بارے میں لندن کے انگریزی پندرہ روزہ "امپکٹ انٹرنیشنل" میں شائع ہونے والے کوائف ہمارے لئے کوئی نئی بات نہیں ہے کیونکہ پوری قوم کو ان تمام حالات و واقعات سے چھ سال تک سابقہ رہا، ہاں البتہ ان عناصر کے نزدیک جو غیر ملکی ذرائع ابلاغ کے وارد پر بلا چون وچراں یقین کامل کر لیتے ہیں یہ تجزیہ مسٹر بھٹو کے سابقہ کارناموں پر مہر تصدیق ثبت ہونے سے کم نہیں۔

مسٹر بھٹو چھ سال تک کیا کرتے رہے —؟ اس کے لئے ضخیم دفتر درکار ہے۔ البتہ آج ہم مسٹر بھٹو کے ان اسرار و رموز پر بحث کریں گے جن پر عمل پیرا ہوتے ہوئے مسٹر بھٹو بالواسطہ یا بلاواسطہ سیاست سے قاتل یا قاتل سے سیاستدان بنے۔

مسٹر بھٹو نے اقتدار سنبھالنے کے بعد اپنے گردوپیش کا جائزہ لیا اور حتمی نتیجہ یہ نکالا کہ وفاقی کیبنٹ، صوبائی ادارے، سیکرٹری کی سطح تک کے تمام عہدیداران پاکستان کی مسلح افواج میں ایسے تمام افراد کو جن میں بھٹو مخالفت کی ذرا بھی رمق موجود ہو یا مستقبل میں خطرہ ہو یا "جی حضوری" کا مادہ ناپید ہو انہیں "گھر جانے کی اجازت دیدی جائے"۔

اس نتیجہ پر عمل کرتے ہوئے مسلح افواج کے چیف آف دی آرمی اسٹاف کو سبکدوش کرتے ہوئے انہیں ملک سے باہر سفیر بنا کر بھیج دیا گیا اور تینوں مسلح افواج کا ایک چیف آف دی سٹاف کا عہدہ ختم کرکے تینوں مسلح افواج کے تین علیحدہ علیحدہ سربراہ بنا دیئے گئے۔ اس طرح سے تینوں افواج ایک چیف آف دی آرمی سٹاف کی بجائے علیحدہ علیحدہ تین چیفس کے ماتحت ہو گئیں۔ اور جنگ کی صورت میں برّی اور نیوی افواج کی فضائیہ صرف اس صورت میں مدد کر سکتی ہے جبکہ فضائیہ کا سربراہ بذات خود (اگر مناسب سمجھے) حکم دے۔ بصورت دیگر یا خدانخواستہ کسی اندرونی انجانی سازش کی شکل میں ملک وملت کا دفاع صرف برّی اور نیوی افواج نہیں کر سکتیں۔ جدید دور میں فضائیہ کی مدد لازمی ہے۔

مسلح افواج کے سربراہ کو سبکدوش کرنے کے بعد اسی پر بس نہیں کیا بلکہ متعدد جرنیل جبری ریٹائر کر دیئے گئے۔ جبکہ ان کی ریٹائرمنٹ میں خاصا وقت باقی تھا کیونکہ مسٹر بھٹو کی "مخصوص انٹیلی جنس" نے ان جرنیلوں کے تجزیہ کے بعد انہیں اس میدان سے "صاف" کرنے کا مشورہ دیا تھا۔ ایک قدم اور آگے بڑھتے ہوئے نئے مقرر ہونے والے چیف آف دی برّی، نیوی اور ہوائی اسٹاف کو بھی قلیل عرصہ بعد ہی جبری ریٹائر کرکے ان سے پچھلے جرنیلوں کو اپنی مرضی کے موافق تینوں افواج کے لئے علیحدہ علیحدہ چیف آف دی سٹاف بنایا گیا۔ اور ملکی دفاع کا اہم ترین شعبہ اپنے قابو میں رکھا۔ اس طرح تینوں مسلح افواج کے چیف آف دی آرمی سٹاف براہ راست وزیراعظم کے ماتحت ہو گئے۔ اپنی مرضی کے موافق چیف بنانے کا اولین مقصد ان سے ہر "کام" جو مسٹر بھٹو چاہیں کروا سکیں اور حسب موقع منہ بند بھی کیا جا سکے۔

موجودہ چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر جنرل محمد ضیاء الحق صاحب کو بھی اسی سوچ کی تکمیل کی غرض سے لیا گیا تھا اگرچہ جنرل صاحب مسٹر بھٹو کی "مرضی" پر پورے نہیں اترے۔ انہیں ملکی سلامتی و اتحاد "جی حضوری" سے زیادہ عزیز تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جب مسٹر بھٹو نے حالات کو دگرگوں بنا دیا اور اپوزیشن کے تمام ٹھکانوں، کارکنوں اور تمام چھوٹے بڑے عہدیداروں کو ختم کرنے کے پلان پر عملدرآمد کرنے کا ارادہ پورا کرنا چاہا تو مسلح افواج کے موجودہ چیف صاحب نے حالات کی نزاکت اور قوم کی نبض کو بھانپ لیا اور بقول "امپکٹ انٹرنیشنل لندن" بھٹو نے ملک کو خانہ جنگی کے دہانے پر لا کھڑا کیا تھا اس وقت فوجوں کو یہ کہہ کر مداخلت کرنا پڑی "بس اب بہت ہو چکا ہے"۔

اس "بس اب بہت ہو چکا ہے" میں مسٹر بھٹو کی ملک دشمن اور قوم دشمن پالیسیاں مضمر ہیں۔ مسلح افواج عرصہ تک خاموشی سے سب کچھ دیکھتی رہی

صرف اور صرف اس لئے کہ شاید مسٹر بھٹو اب اپنی پالیسی میں لچک پیدا کریں لیکن اس "اب اب" میں پانچ سال بیت گئے اور "بات" برداشت سے باہر ہو گئی۔

مسلح افواج کے بعد بھٹو کی نظر مرکزی اور صوبائی انتظامی اداروں پر پڑی اور ان اداروں پر "نظر کرم" کرتے ہوئے ۱۳۰۰ افسران کو صفائی کا موقع فراہم کئے بغیر جبراً ریٹائر کر دیا گیا۔ ان کی جگہ ان افراد کو رکھا گیا جو انتظامی امور کا تجربہ تو کیا شد بد بھی نہ رکھتے تھے۔ اس طرح سے اس دور میں "جی حضور" یا YES MAN طبقہ خطرناک حد تک بڑھ گیا۔ اور یوں اقربا پروری کا مرض بھی زور پکڑتا گیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ملکی دولت تھوڑے ہی عرصہ میں "چند ہاتھوں کی لونڈی" بننا شروع ہو گئی۔ اور آج جبکہ مسٹر بھٹو کو اقتدار کے سنگھاسن سے محروم ہوئے قریب قریب دس ماہ کا عرصہ بیت چکا ہے مگر تا حال وفاقی اور صوبائی انتظامیہ ان افراد سے پر ہے جو بھٹو کی حسب منشاء بھرتی" کئے گئے تھے اور اب بھی بھٹو نوازی میں کوئی کسر نہیں رکھ چھوڑتے۔

غیر ممالک میں بھی پاکستان کے سفارتخانوں میں پرانی شہنشاہی اور اقربا پروری کی روایت دہراتے ہوئے نااہل افراد کو متعین کیا گیا اور یوں سفارت خانوں کی کارکردگی صفر ہو گئی البتہ کاغذی کارروائی اور سفارتی بجٹ پہلے کی نسبت زیادہ بننے لگا۔ اس طرح سفارتخانوں کو بھٹو کی شخصیت کو ابھارنے اور نام نہاد عوامی حکومت کے ان کاغذی کارناموں کی تشہیر کے لئے مخصوص کر دیا گیا۔ ماضی میں ان ہی وجوہ کی بناء پر سفارتخانوں کا اخلاقی اور کارکردگی کا کردار گھناؤنے سے گھناؤنا تر ہوتا گیا۔ سفارت خانوں کے گھناؤنے کردار کے باعث پاکستان اور پاکستانی قوم کی عزت و وقار کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا۔ غیر ملکی طاقتیں پاکستان کو کھلونا سمجھنے لگیں۔

مسٹر بھٹو نے انتظامیہ کو مزید اپنا ہمنوا بنانے اور اپنی جماعت کے عہدیداروں کی حمایت کو مستقل بنانے کے لئے حکومتی محکموں میں بلا جواز اضافی آسامیاں پیدا کیں اور ان نااہل عہدیداروں کو اسی مقصد کی خاطر کھپایا گیا۔ اس طرح سے قومی خزانے پر مزید بوجھ بڑھ گیا۔

مسٹر بھٹو کو علم تھا کہ میرے رفقاء، کارکن قبیل سے تعلق رکھتے ہیں اور کتنی اہلیت وصلاحیت کے مالک ہیں کیونکہ تمام تقرریاں مسٹر بھٹو کی مرضی و رضا سے ہوتی تھیں۔

اب اگر وہ یا ان کی یاد میں آنسو بہانے والے یہ کہیں کہ "بھٹو تو اچھا تھا مگر اس کے ساتھی درست نہیں تھے ورنہ جیسا بھٹو چاہتا تھا ویسا نہ ہو سکا" یہ محض اپنے آپ کو جھوٹی تسلی دینا ہے کیونکہ مسٹر بھٹو نے اپنے تمام وزراء اور مشیر کار حکومت کی خفیہ رپورٹیں تیار کروا رکھی تھیں جن میں ان کی تمام سیاہ کاریوں کو ثبوت کے ساتھ بیان کیا گیا تھا۔ اس طرح بھٹو کو خود اپنے حمایتوں اور اپنے ہمنواؤں پر بھی اعتماد کامل نہ تھا۔ انہیں علم تھا کہ اگر کبھی ان کے ساتھیوں نے انہیں چھوڑنے یا مخالفت کرنے کی کوشش کی یا مسٹر بھٹو کو ان سے کوئی غلط کام کروانا مقصود ہو اور یہ لوگ کرنے سے انکار کریں تو انہیں ان فائلوں سے بلیک میل کیا جا سکے۔ یہی وجہ ہے کہ مسٹر بھٹو کے جانے کے بعد بھی ان کے ساتھیوں کی خاصی تعداد ان کی بالواسطہ حمایت کر رہی ہے۔

بلیک میل کرنے کی یہ کوششیں اپوزیشن والوں سے بھی کی گئیں، چونکہ وہ ابتداء میں اور نہ دوران اقتدار ان کے ہمنوا تھے اور نہ ہی انہوں نے بھٹو سے کوئی فائدہ اٹھایا، لہذا اپوزیشن کو بلیک میل کرنے کے انہیں بغاوت کے جھوٹے مقدموں میں ملوث کیا گیا۔ ان مقدموں میں سرفہرست **لندن پلان** ہے۔ مسٹر بھٹو نے اسے سچائی سے ہمکنار کرنے کے لئے بڑے پیمانے پر تشہیر کی یہاں تک کہ بھٹو نے پاکستان کی خارجہ پالیسی اور ایک برادر مسلم ملک کا بھی خیال نہ کیا اور بلا جواز دیدہ دانستہ عراق سے سفارتی تعلقات منقطع کر لئے۔ بھٹو نے اپنی سیاسی زندگی کو مستقل اور مستحکم بنانے کے لئے "لڑاؤ اور حکومت کرو" کا پرانا اور خطرناک حربہ سرفہرست رکھا۔ اس سلسلے میں انہوں نے سندھ میں اردو اور سندھی زبانوں کے حامیوں کو ایک مخصوص گروہ کے ذریعے اشتعال دلایا اور بعد ازاں انہیں لڑا دیا۔ بلوچستان میں پختون اور بلوچ قبائل میں نفرت کی دیوار کھڑی کی گئی۔ اس کے لئے بھٹو نے سرکاری خرچ پر بڑے پیمانے پر مختلف نام نہاد پختون انجمنوں کے نام سے اشتعال انگیز لٹریچر چھپوا کر تقسیم کرایا اور بلوچ عوام کو یہ تاثر دیا کہ پختون پشاور سے سبی (بلوچستان) تک پختونستان بنانا چاہتے ہیں۔ پختونوں اور پنجابیوں کو باہم لڑانے کے لئے پنجاب میں وسیع پیمانے پر پختونوں پر پختونستان کا جھوٹا الزام لگا کر اس الزام کو سچ ثابت کرنے کے لئے سرکاری اور نجی ذرائع ابلاغ استعمال کئے گئے۔ یہاں بھی پاکستان کی خارجہ پالیسی اور ہمسایہ برادر مسلم ملک کی دوستی تک کا خیال نہ رکھا گیا اور ان تعلقات کو پامال کرتے ہوئے افغانستان کے خلاف بے جا پروپیگنڈا کیا گیا۔ اس سے افغانستان کی مشینری بھی حرکت میں آئی اور وہاں سے بھی پاکستان کے خلاف پروپیگنڈا شروع ہو گیا۔ اس طرح اس خطہ کے دو ملک جو مذہبی، روایتی ہمسائیگی کی بنیاد پر ماضی میں اکٹھے رہتے چلے آ رہے تھے آپس میں دست و گریبان ہو گئے۔ اس سے مسٹر بھٹو کے اس دعوی کی قلعی بھی کھل جاتی ہے کہ انہوں نے اپنے دور میں ہمسایہ ملکوں اور خصوصاً اسلامی برادر ممالک سے تعلقات بڑھانے میں خاص کردار ادا کیا ہے۔ لیاقت باغ میں اپوزیشن کے جلسے میں ایف۔ ایس۔ ایف کے ذریعے فائرنگ کرائی گئی۔ اور یہ تاثر دیا گیا کہ پختون پنجاب پر حملہ کرنے آئے تھے حالانکہ سرحد سے آنے والوں کی جامہ تلاشی لی گئی تھی ایک چھوٹی کیل تک نہیں آنے دی گئی

صوبہ پنجاب میں شیعہ سنی فساد کرانے کی حتی الوسع کوشش کی گئی، مگر ہر بار ناکام ہونے کے بعد دونوں فرقوں کے مفاد پرست لوگوں کو

فوج کو یہ کہہ کر مداخلت کرنا پڑی

"بس اب بہت ہو چکا ہے"

خرید کر بیان بازی اور دونوں فرقوں میں نفرت کی دیوار کھڑی کرنے کا پلان تیار کیا گیا۔

ملکی ترقی اور عوام کی بھلائی کے لئے کئے گئے

تمام کاموں کو محض سرکاری کاغذات اور آئین میں اندراج تک ہی محدود رکھا گیا البتہ ان اصلاحات اور رفاہ عامہ کے کاموں کی جو محض کاغذات کی حد تک تھے دھوم دھڑکے سے تشہیر کر کے اندرون ملک عوام کو عارضی خوشی سے ہمکنار کر کے بھٹو کو پاکستان کا واحد نجات دہندہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی جبکہ حقیقت کے برعکس زرعی اصلاحات سے حاصل ہونے والی کروڑوں ایکڑ اراضی کا کچھ پتہ نہیں؟ کہاں ہے؟ کیا ہوا؟ اور کس مزارع کو دی گئی؟ خود مسٹر بھٹو قومی اور صوبائی اسمبلیوں میں ان کے اراکین اور ان کے "ٹیلنٹڈ کزن" مسٹر ممتاز بھٹو کی ہزاروں ایکڑ اراضی بھٹو کی نافذ کردہ زرعی اصلاحات کی زد میں آنے سے کیسے بچ گئیں؟ کیا ان لوگوں نے یہ زائد اراضی اپنے مزارعوں میں تقسیم کر دی یا بحق سرکار ضبط کر لی گئی؟ قطعی نہیں تمام اراضی بدستور ان نام نہاد "عوام دوستوں" کے قبضے میں ہے۔

عوام کو "مزید خوشیوں اور کامرانیوں" کا

مژدہ سنانے کے لئے نجی سرمائے سے لگائی گئی پرائیویٹ سیکٹر کی تمام بڑی بڑی فیکٹریاں قومیائی گئیں۔ ان قومیائی گئی صنعتوں میں سرکاری انتظامی سربراہ اپنی جماعت کے نااہل افراد کو مقرر کیا گیا۔ خاص طور پر لوہا کاسٹ کرنے اور چاول چھڑنے کی فیکٹریوں میں ان نااہل انتظامی سربراہوں نے اپنی تجوریوں کو بھرنے کے نت نئے طریقے ایجاد کئے اور یوں یہ کروڑوں روپے مالیت کی فیکٹریاں تین سال کے اندر اندر کنگال ہو کر رہ گئیں۔ پیداوار صفر ہو گئی۔ مزدوروں کو تنخواہیں سرکاری خزانے سے بغیر کام کئے دی جانے لگیں۔ اس طرح قومی خزانہ خالی ہونے لگا۔ اس خسارے کو پورا کرنے اور قوم کے سامنے اپنے سر کو فخر سے اونچا کرنے کے لئے برادر عرب ممالک خصوصاً سعودی عربیہ اور متحدہ عرب امارات سے پاکستان کی غربت کا واسطہ دے کر بھیک مانگی گئی۔

پنجاب کے دریاؤں کے دیدہ دانستہ بند توڑ کر مصنوعی سیلاب پیدا کر کے لاکھوں افراد کو بے گھر کیا گیا، اور یوں بھیک مانگنے کا جواز پیدا کیا گیا تین

اور بشام کے لئے ملنے والی ۲۵ کروڑ روپے کی امداد متاثرہ افراد کو آج تک نہیں دی گئی۔ اس امداد میں آنے والا ہزاروں ٹن گھی کھلے بازاروں میں فروخت ہوتا رہا۔

فیکٹریوں میں پیداوار میں کمی اور ایکسپورٹ

میں ناقابلِ برداشت کمی کے نعم البدل کے طور پر روپیہ کی قیمت میں ۱۰۶ فیصد کمی کر کے بیرونی ادائیگیوں کے توازن میں عدم تعاون کی فضا پیدا کی گئی، لہذا پاکستان پہلے قرضے کو کیا ادا کرتا اس توازن کو برقرار رکھنے کے لئے مزید قرض لئے گئے۔ ایک اندازے کے مطابق پاکستان پر اتنا قرض ہے کہ اگر فی آدمی حساب لگایا جائے تو ایک آدمی پر سود سمیت ۵۰۰۰ کے لگ بھگ روپیہ بنتا ہے۔

اس پر طرہ یہ کہ سرکاری خزانے میں سونے اور زرمبادلہ سے زائد نوٹ چھاپ کر افراط زر پیدا کی گئی، ۱۹۷۶ء میں ملک میں ۳۰ فی صد افراط زر تھی۔ اب جبکہ عبوری فوجی حکومت نے افراط زر پر قابو پانے کے لئے خاطر خواہ اقدامات کئے تو افراط زر میں بیس فیصد کمی ہو گئی۔ اس وقت افراط زر صرف دس فیصد ہے۔

مسٹر بھٹو نے اپنے تحفظ اور اپنے مخالفوں

کو ڈرانے دھمکانے کی غرض سے گسٹاپو پولیس کی طرز پر پاکستان میں فیڈرل سیکورٹی فورس قائم کی۔ اس فورس کو قائم کر کے قومی خزانے کو مزید دھچکا لگایا گیا کروڑوں روپے اس فورس کی تنخواہوں، وردیوں، گاڑیوں اور رہائشی جگہوں کی تعمیر پر خرچ کئے گئے جبکہ اس کی مطلق ضرورت نہ تھی۔ اس فورس کو اندرونی دفاعی کاموں پر مامور کرنے کی بجائے مخالف پارٹیوں کے سیاسی جلسوں کو درہم برہم کرنے، سیاسی مخالفوں کو ڈرانے، دھمکانے، قتل کرنے، انہیں گھناؤنے انداز میں بلیک میل کرنے اور عزتوں کو پامال کرنے کا کام سونپا گیا۔

نہ صرف میں بلکہ ہر محب وطن پاکستانی ان واقعات و حالات کو نظر انداز کر کے مسٹر بھٹو کو ایک سیاستدان ہرگز نہیں کہے گا ہاں البتہ ہم یہ ضرور کہہ سکتے ہیں کہ مسٹر بھٹو نے (جو قاتل تھے پہلے پاکستان کے اور پھر پاکستانی عوام کے) قاتل سے سیاستدان بننے کی ناکام کوشش کی اور

مفاد پرست خوان اقتدار پر مکھیوں کی طرح جمع تھے

مولانا مفتی محمود اقتدار کے خواہشمند ہوتے تو......

قومی اخبارات کے ذریعہ اہل بلوچستان کو "قومی حکومت" کے بارے میں کچھ نہ کچھ معلوم ہوتا رہا ہے مگراب این۔ ڈی۔ پی نے اچانک جس طرز عمل کا مظاہرہ کیا ہے بلوچستان میں اسے حیرت اور تعجب کی نگاہ سے دیکھا جا رہا ہے کیونکہ قومی حکومت کے بارے میں قومی اتحاد نے مشترکہ مؤقف اختیار کیا تھا اس میں این۔ ڈی۔ پی بھی شامل تھی۔ اگرچہ اس نے اس شرط پر قومی حکومت کی تھی کہ اس میں این۔ ڈی۔ پی کوئی نمائندہ نہیں دے گی۔ قبل ازیں قومی اتحاد کے سربراہ مولانا مفتی محمود نے واضح الفاظ میں یہ بات کہی تھی کہ قومی اتحاد کا جو بھی فیصلہ ہو وہ متفقہ فیصلہ ہو۔ اس کے لئے انہوں نے سی۔ ایم۔ ایل۔ اے سے ملاقات سے قبل بھی اتحادی لیڈروں سے صلاح و مشورہ کیا تاکہ مشترکہ مؤقف اختیار کیا جائے۔ اس کے بعد "الیکشن سیل" سے ملاقات کے دوران بھی اس بات کو مدنظر رکھا گیا تھا۔ این۔ ڈی۔ پی کی جانب سے قائمقام صدر عبدالخالق خان اور سیکرٹری اطلاعات عابد زبیری آئے تھے۔ ملاقات سے قبل قومی اتحاد کا غیررسمی اجلاس ہوا تاکہ الیکشن سیل سے ملاقات میں مشترکہ مؤقف اختیار کیا جائے۔

اس دوران این۔ ڈی۔ پی کے نمائندے صلاح و مشورہ میں بیٹھے رہے۔ انہوں نے یہ تاثر نہیں دیا کہ وہ کچھ اور کرنے والے ہیں یا کہ وہ اپنا مؤقف بدلنے والے ہیں لیکن عین ملاقات کے وقت این۔ ڈی۔ پی کے دونوں نمائندے نو۔ دو۔ گیارہ ہو گئے اور ایک عدد بیان اخبارات میں دے دیا کہ ہم غیر نمائندہ حکومت میں شرکت نہیں کریں گے اور نہ اس کی حمایت کریں گے وغیرہ وغیرہ

اس طرح انہوں نے آن واحد میں اپنے آپ کو جمہوریت کا "چیمپئن" بنانے کی کوشش کی، حالانکہ "قومی حکومت" کے بارے میں این۔ ڈی۔ پی کی حمایت کسی سے ڈھکی چھپی نہیں تھی۔ پھر معاملہ تو صرف صلاح مشورہ کا تھا۔ پی۔ این۔ اے نے قومی حکومت سنبھال تو نہیں لی تھی کہ عابد زبیری اور عبدالخالق خان کو خطرہ لاحق ہو گیا کہ جمہوریت کی چیمپئن شپ ہمارے ہاتھ سے چلی جائے گی پھر عجیب بات ہے کہ دوسرے معتمد لیڈروں کو نظرانداز کر کے عبدالخالق خان کو قائم مقام صدر مقرر کیا گیا، اور جس وقت بلوچستان اور سرحد میں خون کی ہولی کھیلی جا رہی تھی اور بلوچستان کے حقیقی بلوچ رہنما یعنی کالعدم نیپ کے لیڈر اور اس کے شانہ بشانہ جمعیت علماء اسلام ظالم کے مقابلے میں ڈٹ گئے تھے اور نیپ پر پابندی کے بعد خود سردار شیرباز خاں مزاری نے جرأت کا ثبوت دے کر این۔ ڈی۔ پی کی بنیاد رکھ کر کالعدم نیپ کی منتشر قوت کو مجتمع کرنے کی کوشش کی۔ اس دوران عبدالخالق خان تو پیپلز پارٹی کی گود میں تھے۔ اب وہ اور عابد زبیری صاحب جمہوریت کا چیمپئن بننے کی کوشش کر رہے ہیں حالانکہ خدا لگتی تو یہ ہے کہ مفتی محمود کو قومی حکومت یا اقتدار کی کوئی خواہش نہیں، اور اگر مفتی محمود حکومت یا اقتدار کے خواہشمند ہوتے تو صوبہ سرحد میں وزارت اعلیٰ کی کرسی کو لات نہ مارتے۔ مرکز میں وزارت کی پیشکش پر ریشہ خطمی ہو جاتے۔ تحریک کے دوران بچپن سیشن اور ڈپٹی پرائم منسٹر کے عہدے پر فائز ہو سکتے تھے لیکن اس مرد قلندر نے ان حالات میں بھی اصولوں پر قائم رہ کر ایک مثال قائم کر دی۔ کالعدم نیپ اور اس کے بعد این۔ ڈی۔ پی سے مفاہمت جاری رکھی اور کیا اس کا یہی صلہ ہے جو کہ این۔ ڈی۔ پی والے دے رہے ہیں۔ جمعیۃ علماءِ اسلام نے بُرے اور سخت وقت میں ساتھ نہیں چھوڑا جب کہ ذاتی مفاد پرست دسترخوان اقتدار پر مکھیوں کی طرح جمع تھے۔ جمعیۃ علماءِ اسلام خصوصاً مولانا مفتی محمود نے پہلے تو کالعدم نیپ کے لئے صفائیاں پیش کرتے رہے۔ نیپ پر پابندی کے بعد این۔ ڈی۔ پی کو متعارف کرایا اور اب جبکہ پریشانی کے بادل چھٹ گئے تو اب جمعیۃ علماءِ اسلام میں کیڑے نظر آنے لگے۔ حالانکہ جہاں تک صوبہ بلوچستان کا تعلق ہے تو بلوچستان میں این۔ ڈی۔ پی کو کالعدم نیپ کے متبادل بھی تصور نہیں کیا جا رہا ہے۔ ایک طبقہ نے جو کہ کالعدم نیپ میں تھا بلوچستان میں این۔ ڈی۔ پی بنالی، مگر کالعدم نیپ بلوچستان کے سابق لیڈروں کی مصلحت آمیز خاموشی سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ این۔ ڈی۔ پی اور خصوصاً سردار شیرباز خان مزاری کو بلوچستان کے سردار عطاء اللہ خان، غوث بخش بزنجو، خیر بخش مری اور شیر محمد مری تسلیم ہی نہیں کرتے اور یہ معنی خیز خاموشی اس بات کی دلیل ہے۔ بعض سیاسی رہنما این۔ ڈی۔ پی کے اس نئے انداز کو "نئی لائن" سے تعبیر کرتے ہیں لیکن اصل بات یہ ہے کہ قومی حکومت کے فیصلے سے این۔ ڈی۔ پی اندرونی طور پر شدید انتشار کا شکار ہونے لگی تھی کیونکہ سرحد میں تو پھر بھی کچھ نہ کچھ گذارہ ہو جاتا مگر بلوچستان میں مذکورہ بالا چار بلوچ لیڈروں کے عدم تعاون کی صورت میں این ڈی پی

باقی ص ۲۴ پر

حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی
کراچی

ذکری فرقہ کیا ہے اور کب سے ہے؟

سوال: بلوچستان اور خاص طور سے ضلع مکران میں ایک مہدوی فرقہ بنام "ذکری" مشہور و معروف ہے۔ یہ دراصل مہدویوں کی ایک شاخ ہے جو عرصہ تین چار سو سال سے ہے، ان کے سلسلے میں مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات درکار ہیں:۔

۱۔ ان سے رشتہ نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟ ہمارے بعض جہلاء ان سے رشتہ لیتے اور دیتے ہیں۔

۲۔ اگر نکاح کرلیا ہو تو اب مسئلہ معلوم ہونے کے بعد کیا کرے؟

۳۔ بصورت افتراق اس نکاح سے جو بچے پیدا ہوئے وہ کس کے ہیں؟

۴۔ کیا یہ لوگ اہل کتاب شمار کئے جاسکتے ہیں؟ جبکہ یہ قرآن کو مانتے اور پڑھتے بھی ہیں اور مُنزّل من اللہ سمجھتے ہیں۔

۵۔ ان کے ہاتھ کا ذبیحہ کیسا ہے؟ جبکہ ذبح کے وقت کلمہ اور اللہ اکبر پڑھتے ہیں۔

الجواب باسم ملهم الصواب

سوالات کا جواب دینے سے قبل مناسب ہے کہ ذکری مذہب پر ایک سرسری نگاہ ڈال لی جائے۔

آپ کو یہ سنکر شاید تعجب ہوگا کہ "ذکری مذہب" ایک ایسا مذہب ہے جس کا کوئی ضابطہ حیات نہیں ہے بلکہ وقتی طور پر اس کے پیشوا جنکو ملائی کہا جاتا ہے وہ جو کچھ حکم دیدیں وہی ان کا دین ہے ان کے مذہب پر اگر کوئی کتاب اصولی طور پر ان کے مذہب کے بانی یا کسی اور پیشوا نے لکھی بھی ہیں تو اوّل تو وہ قلمی ہے اور ایک دو نسخہ سے زائد نہیں۔ مزید یہ کہ بہائیوں کی کتاب اقدس کی طرح وہ فضا سازگار ہونے تک برسرعام نہیں لائی جاتی، بلکہ وہ ایک دو نسخے اباً عن جدٍّ ان کے مذہبی پیشواؤں کے پاس منتقل ہوتے چلے آرہے ہیں۔

تاہم ان کے مذہبی عقائد جس حد تک ہمیں معلوم ہوسکے ان میں سے چند اصولی چیزیں ذکر کی جاتی ہیں۔ اس کے بعد مذکورہ سوالات کے جوابات دیئے جائیں گے، انشاء اللہ تعالیٰ۔

مہدوی فرقہ:

ذکریوں کے عقائد ذکر کرنے سے قبل یہ بتا دینا ضروری ہے کہ "ذکری مذہب" حقیقت میں فرقہ مہدویہ کی ایک شاخ ہے۔ مہدوی فرقہ میراں سید محمد جونپوری کی طرف منسوب ہے مختلف جگہوں میں اس کے مختلف نام ہیں۔ کہیں یہ لوگ "مہدوی" کہلاتے ہیں کہیں "دائرہ والے" کہیں "مصدق" کہیں "ذکری" کہیں "داعی" اور کہیں "طائی" کا نام رکھتے ہیں۔

(مہدوی تحریک ص ۵)

مہدی جونپوری:

میراں سید محمد جونپوری، جمادی الاولیٰ بروز پیر ۸۷۴ھ مطابق ۱۴۴۳ء جونپور (دوآبہ) ہندوستان میں پیدا ہوئے (مہدوی تحریک ص ۲۵) والد کا نام سید عبداللہ ہے، بارہویں پشت میں موسیٰ کاظم تک سلسلہ نسب جا پہنچتا ہے والدہ کا نام آمنہ خاتون اور عرف آغا ملک ہے

(مہدوی تحریک ص ۲۵)

سندھ کے عوام سید محمد جونپوری کو "میراں سائیں" اور مکران وقلات وایران کے ذکری "نور پاک" کے لقب سے ان کا تذکرہ کرتے ہیں جمادی الاولیٰ ۸۸۷ھ میں جونپور کو چھوڑکر مختلف علاقوں میں گشت کرتے رہے یہاں تک کہ ۹۰۰ھ میں احمد نگر پہنچے اور ۹۰۱ھ میں حج کے لئے چلے گئے۔ نو ماہ مکہ معظمہ میں قیام رہا اور "رکن" اور "مقام ابراہیم" کے درمیان کھڑے ہوکر اعلان کردیا کہ میری ذات وہی ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا تھا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور انبیاء سابق نے جس کی آمد کی خبر دی تھی اور یہ کہا کہ مہدی آخر زماں میری ذات ہے۔

(تحریک مہدویت)

شیخ محمد اکرم نے "رود کوثر" میں اس واقعہ کو اس طرح لکھا ہے کہ:

"۹۰۱ھ میں انہوں نے حج کیا اور مکہ معظمہ میں بھی مہدویت

کا دعویٰ کیا۔"

اس کے بعد واپس ہندوستان آئے۔ سب سے پہلے احمد آباد (گجرات) میں داخل ہوئے۔ چنانچہ ۹۰۵ھ میں وہ موجودہ پاکستان کے علاقہ ٹھٹھہ میں آئے اور یہاں تقریباً چھ ماہ قیام کیا۔ ٹھٹھہ میں ان کی جائے قیام آج تک زیارتگاہ بنی ہوئی ہے۔

ٹھٹھہ سے چل کر بلوچستان کے عیز آباد اور دشوار گذار راستوں سے ہو کر آپ اپنی کثیر جماعت کو ساتھ لے کر قندھار پہنچے، قندھار سے فراہ (جو اس زمانے میں ایران میں داخل تھا، اب افغانستان میں شامل ہے) آئے اور فراہ میں ۱۹ ذی قعدہ ۹۱۰ھ میں روز دوشنبہ انتقال کر گئے۔

(مہدوی تحریک مختصراً ص ۴۶)

مہدی ہونے کا دعویٰ

اور سلاطین کو دعوت نامہ:

ذیل میں ہم ان کا ایک دعوت نامہ نقل کرتے ہیں جو انہوں نے مختلف امراء و سلاطین کو لکھا ہے یہ خط شمس الدین مصطفائی نے اپنی کتاب "مہدوی تحریک" میں "قول المحمود" کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ یہ خط مقام بڑلی (گجرات) سے ۹۰۵ھ میں مختلف امراء و سلاطین اور خوانین کے نام جاری کیا گیا۔

"اے لوگو! اس امر کو سمجھ لو کہ میں محمد بن عبداللہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ہم نام ہوں۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے ولایت محمدیہ کا خاتم اور اپنے نبی کی بزرگ امت پر خلیفہ بنایا ہے۔ میں وہی شخص ہوں جس کے آخری زمانے میں مبعوث ہونے کا وعدہ کیا گیا ہے۔ اور میں وہی ہوں جس کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے۔ میں وہی ہوں جس کا سابقہ پیغمبروں کے صحیفوں میں ذکر کیا گیا ہے میں وہی ہوں جس کی اگلے اور پچھلے گروہوں نے توصیف کی ہے۔ میں وہی ہوں جس کو روحانی خلافت دی گئی ہے۔ میں اللہ کی طرف بصیرت پر مخلوق کو اللہ کے حکم سے بلاتا ہوں۔ میں اس دعویٰ کے وقت نشے کی حالت میں نہیں ہوں بلکہ باہوش ہوں۔ ہوش میں لائے جانے اور بیدار کئے جانے کا محتاج نہیں ہوں۔ اللہ کی طرف سے مجھے پاک رزق ملتا ہے اور مجھے سوائے اللہ کے اور کسی شے کی احتیاج نہیں۔ میں ملک و حکومت کا طالب نہیں ہوں اور نہ مجھے ریاست و سلطنت قائم کرنے کی خواہش ہے۔ میں امارت، ملک اور ریاست کو نجس خیال کرتا ہوں۔ دنیا کی محبت سے چھڑانا میرا کام ہے۔

میری اس دعوت کا باعث یہی ہے کہ میں اللہ کی جانب سے اس دعوت پر مامور ہوں۔ تاکید اور تہدید سے میں اپنی دعوت تم تک پہنچاتا ہوں۔ اللہ نے مجھے مفترض الطاعۃ بنایا ہے۔ (یعنی میری اطاعت فرض ہے) میں تمام انس و جن کی طرف اپنی اس دعوت کو پہنچا رہا ہوں۔ اس مضمون سے کہ میں ولایت محمدیہ کا خاتم ہوں، میں اللہ کا خلیفہ ہوں، جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے مجھ سے روگردانی کی گویا اس نے اللہ تبارک و تعالیٰ سے روگردانی کی۔ اے لوگو! مجھ پر ایمان لاؤ تاکہ تم کو چھٹکارا نصیب ہو۔ میری بات سنو اور میری پیروی کرنے میں جلدی کرو تاکہ تم فلاح پا سکو۔ جو کوئی میرا انکار کرے گا اور میرے احکام سے سرتابی کرے گا اس کو اللہ اپنی شدید پکڑ میں پکڑے گا۔ اے لوگو! اس دن کے عذاب سے بچو جس دن پہاڑ باریک ریت کی طرح پیس دیئے جائیں گے۔ تم اس دنیا سے اس حالت میں سفر مت کرو کہ ہلاکت میں گرفتار ہو۔ حسن ثواب آخرت اختیار کرو۔ اس ثواب آخرت کو کھوٹے داموں کے عوض نہ بیچو۔ تم سمجھدار ہو، اگر تم سمجھتے ہو کہ میں بناوٹی ہوں اور میں اللہ تعالیٰ پر افترا کر رہا ہوں، تو تمہارا فرض ہے کہ تحقیق کرو اور اس بات کے لئے جد وجہد کرو۔ اگر تم نے میری بات پر توجہ نہ دی تو تمہارا جھٹلانا ثابت ہو گا۔ تم حق بات کی تحقیق پر قادر ہو اور اگر تم نے مجھے جھوٹ پر چھوڑ رکھا تو لازماً تم ماخوذ ہو گے۔ میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھاتا ہوں اور اللہ شہادت کے لئے کافی ہے کہ میں امت محمدیہ کا دافع ہلاکت ہوں اور گمراہی سے بچانے والا ہوں۔ تم پر لازم ہے کہ دھوکے میں نہ رہو بلکہ میرے اقوال، افعال اور احوال کو قرآن پاک سے ملاؤ اور غور کرو۔ اگر میرا ہر کام اور میرا احوال قرآن کے مطابق ہے تو میرا کہا مانو ورنہ مجھے قتل کر دو یہی تمہاری نجات کا ذریعہ ہے۔ اللہ سے ڈرو اور قلب عاجز سے اس کی جانب متوجہ ہو جاؤ کیونکہ وہ مہربان اور متوجہ ہونے والا ہے۔ وہ اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔ یہ بات نصیحت ہے اس کے لئے جس نے قلب حاضر اور گوش وا سے اس کو سنا" آھ

(مہدوی تحریک ص ۴۷ تا ص ۴۹
بحوالہ قول المحمود)

زینۂ مہدویت:

سید محمد جونپوری کے والد کا نام عبداللہ نہ تھا اور نہ ہی والدہ کا نام آمنہ، بلکہ جب سید محمد نے مہدی ہونے کا دعویٰ کرنے کا ارادہ کیا تو یہ خیال گذرا کہ حدیث میں مہدی کے والد کا نام عبداللہ

اور والدہ کا نام آمنہ آیا ہے اس لئے اپنے والدین کے نام تبدیل کرکے حدیث کی ان پیشگوئیوں سے مطابقت اختیار کرلی جائے چنانچہ اپنے والدین کے نام تبدیل کرادیئے۔ جب وہ ان ناموں سے مشہور ہوگئے تو مہدی ہونے کا دعویٰ کردیا۔ اس کے ہمعصر مصنفین میں سے کوئی بھی والد کا نام عبداللہ اور والدہ کا نام آمنہ نہیں لکھتا۔ بعض محققین کی عبارات درج ذیل ہیں:۔

جونپوری:۔ سید محمد الکاظمی الحسینی بن سید خان المعروف بڈھ اویسی اور والدہ آغا ملک مہدی ہونے کا مدعی، جونپور میں بروز یکشنبہ ۱۴ جمادی الاولیٰ ۸۴۷ھ، ۱۰ ستمبر ۱۴۴۳ء کو پیدا ہوا۔ ہمعصر مآخذ میں سے کوئی بھی اس کے والدین کا نام عبداللہ اور آمنہ نہیں بتاتا جیسا کہ مہدوی مآخذ مثلاً سراج الابصار میں دعویٰ کیا گیا ہے۔ بظاہر اس کا مقصد یہ ہے کہ ان ناموں کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے ناموں جیسا بنا دیا جائے تاکہ حدیث کی بعض پیشگوئیاں جونپوری پر چسپاں ہوسکیں۔ علی شیر قانع تحفۃ الکرام اور خیر الدین الہ آبادی کے جونپور نامہ میں ان ناموں کا ذکر ہے۔ یہ بعد کی تالیفات ہیں اس لئے معتبر نہیں۔"

(دائرہ معارف اسلامیہ اردو ص ۵۲۱ ج ۷۔ دانشگاہ پنجاب لاہور)

علامہ عبدالحئی بن فخر الدین الحسینی اپنی مشہور کتاب "نزہۃ الخواطر" کے سلسلہ ۴۸۶ میں لکھتے ہیں:۔

الشیخ الکبیر محمد بن یوسف الحسینی الجونپوری المتمہدی المشہور بالمہدی، ولد سنة سبع واربعین وثمان مائة بجونپور

(نزہۃ الخواطر ص ۳۲۲ ج ۴)

اسی کتاب میں آگے چل کر اس کی مزید نقاب کشائی کرتے ہیں:۔

"قال ابو رجاء الشاہجہانپوری فی الهدية المهدوية ان الجونپوری لم یمنع اصحابه ذلك (ان من نسبته الى المهدي الموعود ۱۲ مؤلف) وبدل اسم ابیه بعبد الله واسم امه بآمنة واشاعت فی الناس وصنف كتاب فی اصول ذلك المذهب"

(نزہۃ الخواطر ص ۳۲۴ ج ۴
مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد)

ملا عبدالقادر بدایونی کی فارسی تاریخ "منتخب التواریخ" کے مترجم محمود احمد فاروقی نے حاشیہ میں لکھا ہے

"سید محمد جونپور کے رہنے والے تھے، ان کے والد کا نام یوسف تھا۔ ایک مجذوب شیخ دانیال کے مرید و خلیفہ ہوئے۔"

(ترجمہ منتخب التواریخ ص ۲۱)

بہرحال سید محمد جونپوری کے والد کا نام یوسف ہو یا سید خان یا سید محمد یوسف خان لیکن اتنی بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ والد کا نام عبداللہ مہدویت کے شوق کے بعد رکھا گیا ہے۔ ایسے ہی والدہ کا اصل نام آغا ملک تھا جسے ہوس مہدویت نے آمنہ سے بدلدیا اور آغا ملک (آغا ملک) کو عرفی نام تجویز کردیا۔ اس سے قارئین حضرات بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ سید محمد جونپوری نے جس طرح والدین کے نام نقلی تجویز کر ڈالے ایسے ہی دعویٰ مہدویت بھی نقل ہے جسے بالفاظ دیگر مصنوعی مہدی سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔

ذکری مذہب:

یہاں تک یہ بات ثابت ہوگئی کہ سید محمد جونپوری نے مہدی آخر الزماں ہونے کا دعویٰ کیا ہے اب ہم ذکری مذہب کے متعلق کچھ تفصیلات پیش کریں گے۔

یہ لوگ اس کے قائل ہیں کہ سید محمد جونپوری مہدی آخر الزماں ہیں۔ نیز اس کو رسول بھی مانتے ہیں۔ چنانچہ ان کا کلمہ اہل اسلام کے کلمہ کے برعکس یہ ہے:

لا الہ الا اللہ نور پاک محمد
مہدی مراد اللہ

(بلوچستان گزیٹر جلد ۷
آر ہیوز بلر ۱۹۰۶ء مکران ص ۱۱۶)

نیز یہ کبھی اپنا کلمہ یوں بھی پڑھتے ہیں۔

لا الہ الا اللہ نور پاک محمد
[illegible] اللہ

(ملت بیضاء ص ۱۰)

یہ لوگ اپنے پیغمبر کو عام طور پر محمد مہدی اٹکی کہتے ہیں، ان کا خیال ہے کہ ان کا پیغمبر محمد مہدی اٹک (پنجاب) سے مکران آیا تھا۔ وہ ایک نور تھا جو ظاہر ہوکر ان کے بزرگوں کو دین کا راستہ بتاکر روپوش ہوگیا۔ ان کا خیال ہے کہ اس واقعے کو چار پانچ سو برس گذر چکے ہیں، اور ان کے تفصیلی حالات (مہدی نامہ) میں لکھے ہیں مگر وہ یہ کتاب کسی کو نہیں دکھاتے۔ یہ کتاب فارسی زبان میں ہے۔

(ماخوذ از ملت بیضاء ص ۲۷)

لیکن ان کا یہ خیال غلط ہے۔ یہ محمد اٹکی سید محمد جونپوری ہی کو کہتے ہیں اور ہم پیچھے بتا چکے ہیں کہ سید محمد جونپوری مکران کے علاقے میں گئے ہی نہیں، بلکہ جب پنجاب (ہند) سے نکلے تو بلوچستان کے اس راستے سے گئے جو قندھار جاتا ہے۔ پہلے قندھار اور پھر "فراہ" چلے گئے اور "فراہ" ہی میں انتقال ہوا اس لئے مکران میں آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ابوسعید بلیدی جو سید جونپوری کے ہاتھ پر بیعت ہوئے تھے ان کے ہاتھوں مکران میں یہ فتنہ آیا۔ یہ وہ زمانہ ہے جب کہ اس علاقے میں بلیدیوں کی حکومت تھی۔ یہ پندرھویں صدی عیسوی کا زمانہ تھا۔ اس زمانے میں ایران پر صفوی خاندان کا شاہ اسمٰعیل صفوی جو غالی شیعہ تھا فرمانروا تھا اور ترکی میں سلطان سلیم اول کی حکمرانی تھی۔ پرتگیز ولندیز اور انگریز اسی زمانے میں بحیرۂ عرب سے ہندوستان میں تجارت اور سیاسی قسمت آزمائی کرنے میں مصروف تھے، ان کی وجہ سے ہندوستان کے عازمین حج کو کافی دقت اٹھانی پڑی۔ یہ تفصیلات مہدوی تحریک سے متعلق تقریباً سب ہی کتب میں لکھی ہیں۔

ذکریوں کے عقائد:

مہدوی اور ذکری فرقہ کے تاریخی حالات پیش کرنے کا یہاں موقع نہیں ہے، چند باتیں بطور پس منظر و اظہار حقیقت ذکر کردی گئیں۔ اب ذیل میں ان کے چند عقائد ذکر کئے جاتے ہیں۔

۱۔ **ذکریوں کا کلمہ الگ ہے:**

ذکریوں کے کلمہ سے متعلق کچھ حوالے ہم

پیچھے ذکر کر چکے ہیں۔ مزید حوالے ملاحظہ ہوں :
اول آنکہ فرقۂ داعیان کلمہ طیبہ را بدین طریق میگویند لا الہ الا اللہ محمد مہدی رسول اللہ"
(عمدۃ الوسائل ص۱۶)
ان کے جدید کلمہ میں نور پاک کا اضافہ بھی ہے۔
(میں ذکری ہوں ص۳۶ ج ۱)
نیز ذکری اور داعی لوگ "رسول اللہ" کی جگہ بسا اوقات "امر اللہ" یا "مراد اللہ" بھی کہتے ہیں۔ ان کا ایک کلمہ وہ ہے جسے وہ اپنی پنجگانہ تسبیحات میں پڑھتے ہیں
لا الہ الا اللہ الملک الحق المبین
نور محمد مہدی رسول اللہ
صادق الوعد الامین (ترجمہ) اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، بادشاہ ہے برحق ہے ظاہر ہے۔ نور محمد مہدی اللہ کے رسول ہیں جو وعدے کا سچا اور امانت دار ہے۔
(ذکر توحید ص۹-۱۴۰-۱۶ و مہدوی تحریک ص۴۰)

۲۔ نماز کے منکر ہیں :

یہ لوگ نماز کے منکر ہیں اور نماز کی بجائے پانچ وقت ذکر کرتے ہیں
دوم آنکہ داعیان در ادای نماز پنجگانہ براہ انکار و اعراض آمدہ اند و می گویند نمازیکہ شما مردمان میخوانند در پنج وقت علی التعیین فرض فجر و ظہر و عصر و مغرب و عشاء ثبوتی ندارد و خداوند تعالیٰ حکم عدم قرب نماز داده بمقتضای آیت یٰایُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ (ترجمہ) اے مومنان نزدیک مشوید نماز را (عمدۃ الوسائل از مولانا محمد موسیٰ صاحب ص۲)
(مکران تاریخ کے آئینہ میں ص۱) وغیرہ

رمضان کے روزے کے منکر ہیں :

سوم آنکہ مذہب والا داعیان در ماہ صیام رمضان المبارک روزہ نمی دارند در تمام ماہ رحمٰن و شہر سبحان بشوق و ذوق درخوردن و چریدن مشغول اند۔ از فرضیت صیام منکر اند و میگویند کہ خداوند تعالیٰ گفتہ است بخورید و بنوشید خطاب باد اعیان کردہ است قال اللہ تعالیٰ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا الآیہ گفت خداوند بخورید و بنوشید۔ ہر آن عمل کہ خداوند بجا آوردہ در ماہ رمضان خورونوش داریم۔
(عمدۃ الوسائل ص۲۸)
نیز ذکریوں کی اپنی کتاب "میں ذکری ہوں" میں لکھا ہے کہ وہ رمضان کے بجائے دوسرے دنوں میں تین ماہ آٹھ دن روزوں کے قائل ہیں، وہ اس طرح کہ ہر دوشنبہ، ایام بیض اور ذی الحجہ کے آٹھ۔ یہ کل تین ماہ آٹھ دن ہو گئے۔"
(میں ذکری ہوں ص ج ۱ و ص۳۷، ۳۸، ۳۹ ج ۱)

۴۔ حج بیت اللہ کے منکر ہیں :

یہ لوگ (ذکری اور داعی) حج بیت اللہ کے منکر ہیں اور خانہ کعبہ کو قبلہ تصور نہیں کرتے۔ حج بیت اللہ کے بجائے "کوہ مراد" میں جاکر حج کرتے ہیں جو تربت (ضلع مکران) کے قریب ایک میل کے فاصلے پر ایک پہاڑ ہے۔
(ماخوذ از مہدوی تحریک ص۱)
مولانا محمد موسیٰ صاحب دشتی لکھتے ہیں۔
"چہارم آنکہ منکر بیت اللہ خانہ کعبہ شریف بقصد زیارت ہستند (الی قولہ) وکوہ مراد راکہ ذکر آن گذشتہ بود قبلہ خود مقرر کردہ اند (الی قولہ) برای زیارت و طواف کوہ مراد فراہم وجمع می شوند۔"
(عمدۃ الوسائل ص۲۹-۳۰)
یہ لوگ ۲۷ رمضان اور نہم و دہم ذی الحجہ کو زیارت کے بہانے حج کرتے ہیں۔
(مہدوی تحریک ص۱ پاسنامہ آل پاکستان مسلم ذکری انجمن ص۱۰-۱۱)

۵۔ کعبۃ اللہ کے قبلہ ہونے کے قائل نہیں۔

مولانا محمد موسیٰ عمدۃ الوسائل میں لکھتے ہیں۔
"ایضاً پنجم آنکہ از توجہ بطرف کعبہ ضرورت بعبادت ندانند میگویند ملایان فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ پس ہر جا کہ روی آرید پس آنجا خدای تعالیٰ ہست، لہٰذا توجہ کعبہ قبلہ ضرورت ندارد (عمدۃ الوسائل ص۳۱)

دین یا مذہب :

عام لوگوں کو مغالطہ میں ڈالنے کے لئے دین و مذہب کی عجیب تقسیم کر کے لکھتے ہیں :
ہم مسلمانوں کا دین ایک اسلام ہے لیکن مذہب الگ الگ ہیں جیسا حنفی حنبلی، مالکی، شافعی، جعفری، اثنا عشری ذکری اور اہل حدیث وغیرہ وغیرہ۔ ہمارا اور ان سب کا دین اسلام ہے اور جو اسلام سے خارج ہے وہ کافر ہے۔
(میں ذکری ہوں ص۶ ج ۱)
یہ عجیب اتحاد اسلام ہے کہ کلمہ مسلمانوں سے الگ ہے۔ نماز، روزہ، حج جیسے اصول اسلام کے منکر ہیں مگر مسلمان ہیں۔

عبادات کا ذکری تخیل :

کتاب "میں ذکری ہوں" کا مصنف عبادات کے بارے میں اپنا نظریہ یوں لکھتا ہے :
"میری عبادت یہ ہے، ذکر خداوندی پانچ وقت، رکوع اور سجدے تین وقت اور روزہ ہم سب مذہبوں سے زیادہ رکھتے ہیں یعنی سال میں تین ماہ آٹھ دن اور زکوٰۃ چالیس پر ایک اور عشر یعنی دسواں حصہ ہر آبادی پر یا کمائی پر اور یہ ہم فرض جانتے ہیں۔
(میں ذکری ہوں ص)

ان کے علاوہ :-

"ذکری غسل بعد جماع و احتلام کے قائل نہیں۔ (عمدۃ الوسائل ص۳۲)
میت کے لئے نماز جنازہ کے قائل نہیں صرف دعا کرتے ہیں جو ذکر خانہ میں ہوتی ہے۔
(میں ذکری ہوں ص۴۳ ج ۱)
ان کے علاوہ اور بھی کئی خرافات ہیں جن کا

تحریر میں لانا مناسب نہیں۔

چوگان یا مذہبی رقص:

اس سے قبل کہ ہم استفتاء میں مندرج سوالات کا جواب دیں، ذکری مذہب کے ایک سماجی رقص کا تذکرہ کرتے ہیں:۔

چوگان:

یہ ایک قسم کا سماجی رقص ہے جسے مذہبی رنگ دے دیا گیا ہے۔ یہ چوگان چاندنی راتوں اور مقدس راتوں میں بالعموم کھلے میدانوں میں ہوتا ہے۔ جوان بچے اور بوڑھے سب اس میں بڑے انہماک سے حصہ لیتے ہیں۔ چوگان میں شریک ہونے والے ایک دائرے میں کھڑے ہو جاتے ہیں اور وسط میں کوئی خوش گلو مرد یا عورت جو چوگان کے قدموں اور حرکتوں سے کماحقہ واقف ہوتا یا ہوتی ہے کھڑے ہو کر صفت مہدی اور حمد خدا کے اشعار پڑھنا شروع کرتے ہیں اور تمام شرکا جنہیں جوابی کہا جاتا ہے شاعر کے منہ سے نکلنے والے الفاظ پر حرکت میں آجاتے ہیں اور شعر کا آخری مصرعہ بیک زبان دہراتے ہیں۔ چوگان میں کسی قسم کا آلہ موسیقی استعمال نہیں کیا جاتا۔

چوگان کے بول تین طرح کے ہوتے ہیں۔ دو چاپی، سہ چاپی اور چار چاپی۔ مثلاً ہادیا مہدیا، نازنین مہدیا۔ اللہ یک، مہدی برحق۔ یاراں مہدیا بلو ثیت۔ مہدی منی دِل مراد" وغیرہ۔

(مہدوی تحریک ص۲)

مذکورہ چوگان (سماجی رقص) میں یہ لوگ دائرے کی شکل میں کھڑے ہوتے ہیں، جب چوگان کے بول بولے جاتے ہیں تو رقص کی طرح وہ اوپر نیچے ہو جاتے ہیں اور آگے پیچھے اس طرح سے ہٹتے جاتے ہیں کہ دائرہ اپنے حال پر باقی رہتا ہے۔ ذکری مذہب میں یہ رقص بہت بڑا ثواب ہے، اس میں شامل ہونے والوں کے ثواب کا تو کوئی اندازہ ہی نہیں اس کے تماشائی بھی بہت بڑا ثواب کماتے ہیں۔

ایک عزیز نے بتایا کہ انہوں نے دو مدعی "مہدی آخرالزماں" دیکھے ہیں۔ ذکریوں کی طرح انہوں نے بھی اپنے ماننے والوں کی اصلاح کے لئے اسی سے ملتا جلتا ایک مذہبی رقص اختیار کیا ہوا ہے جس میں حسب ضرورت عورتیں بھی شامل ہوتی ہیں ——

مذکورہ بالا دو مہدیوں میں سے ایک کا رقص اکثر و بیشتر پچھلی رات کو ہوتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کو خود ناچنے اور لوگوں کو نچانے کا جو شوق ہوا تو اپنی اس ہوس اور خواہشات نفسانی کو پورا کرنے کے لئے مہدویت کا جال استعمال کیا۔

ع دل کو بہلانے کیلئے یہ چال چلی ہے ہم نے

یہ لوگ سید محمد جونپوری کے ایک جملہ سے اپنے دائرہ یا مذہبی رقص پر استدلال کرتے ہیں اگرچہ سید محمد جونپوری کا اصطلاحی دائرہ کسی اور ڈھنگ کا تھا، وہ قول یہ ہے:۔

"میرے دائرے کا کتا بھی ضائع نہیں ہوگا"

(مہدوی تحریک ص۶)

ذکری کافر ہیں:

ذکری چونکہ محمد مہدی کو رسول مانتے ہیں، اس کے نام کا کلمہ بھی پڑھتے ہیں اور اصولِ اسلام نماز، روزہ، حج وغیرہ کے منکر ہیں، اس لئے ان کے کافر ہونے میں کسی قسم کا کوئی شک وشبہ نہیں۔

آمدم برسرِ مطلب:

اس تفصیل کے بعد اب مختصراً مطلوبہ سوالات کے جوابات ملاحظہ ہوں۔

۱۔ ذکریوں سے نکاح جائز نہیں ہے۔ قال فی الدر (و) حرم نکاح (الوثنية) قال فی الشامية تحت (قوله الوثنية) ويدخل فی عبدة الاوثان عبدة الشمس (الی قوله) وفی شرح الوجيز وكل مذهب يكفر به معتقده آه قلت وشمل ذلك الدروز والنصيرية والتيامنة فلا تحل مناكحتهم ولا تؤكل ذبيحتهم لانهم ليس لهم كتاب سماوی

(الشامية ص۳۱۴ ج ۲)

۲۔ چونکہ نکاح شروع سے ہوا ہی نہیں اس لئے علیحدگی اختیار کرلی جائے اور اتنی مدت جو بلا نکاح میاں بیوی کی صورت میں ایک ساتھ رہے اس سے توبہ کرے۔

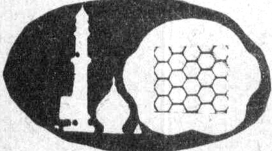
۳۔ جو بچے پیدا ہوئے ہیں وہ ولدالزنا ہیں" ان کا نسب ثابت نہیں، چونکہ ان کا باپ نہیں اس لئے ماں کی کفالت میں رہیں گے باپ کے ساتھ ان کی وراثت کا کوئی تعلق نہیں۔

۴۔ اہل کتاب وہ ہیں جو کسی سچے رسول کی طرف منسوب ہوں اور ذکری مذہب والے محمد مہدی کو رسول مانتے ہیں جو ان کے کلمہ لا الٰہ الا اللہ نور پاک محمد مہدی رسول اللہ سے صاف ظاہر ہے۔ حالانکہ سید محمد جونپوری نبی نہیں اس لئے یہ لوگ اہل کتاب نہیں۔

۵۔ ان کے ہاتھ کا ذبیحہ حلال نہیں ہے۔ عبارت سوال ۱ کے جواب میں ملاحظہ ہو۔ ذبیحہ کے حلال ہونے کے لئے صرف کلمہ اور اللہ اکبر کہنا کافی نہیں بلکہ اس کے لئے مسلمان یا اہل کتاب ہونا لازم ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

یکم ربیع الثانی سنہ ۹۶ھ



راجہ عبدالجبار خان
باغ ، آزاد کشمیر

پاکستان اور بھارت کے درمیان واحد حل طلب مسئلہ



پاکستان اور بھارت کے درمیان معمول کے تعلقات قائم ہیں۔ حالیہ بات چیت جس میں پاکستان کی نمائندگی امور خارجہ کے مشیر مسٹر آغا شاہی نے کی اور بھارت کی طرف سے وزیر خارجہ مسٹر باجپائی نے حصہ لیا ، کے نتیجہ میں سلال بند پر سمجھوتہ طے پاگیا ہے۔ اس سمجھوتے کے بعد دونوں ملکوں کے درمیان اب صرف مسئلہ کشمیر ہی باقی رہ گیا ہے جو حل طلب ہے۔ اس مسئلہ پر بھی مذاکرات کے لئے اصولی طور پر اتفاق رائے ہوگیا ہے اور پاک بھارت سربراہی مذاکرات کی راہ ہموار ہوگئی ہے۔

مسئلہ کشمیر کے بارے میں شملہ معاہدہ میں بھی مذاکرات پر دونوں ملکوں کی آمادگی کا ذکر ہے۔ معاہدہ کے مطابق مسئلہ کشمیر پر مذاکرات سے پہلے دیگر تمام مسائل حل کئے جانے تھے۔ معاہدہ شملہ کے بعد ان شبہات کا اظہار کیا گیا تھا کہ مسٹر بھٹو اور مسز اندرا گاندھی کے درمیان کشمیر کے معاملہ میں خفیہ سمجھوتہ ہوا ہے۔ ان شبہات کی اب واضح تصدیق بھارت کی حکومت نے کر دی ہے۔ بھارتی وزیر خارجہ مسٹر باجپائی کے بیان کے مطابق جو بھارتی پارلیمنٹ میں دیا گیا ہے مسٹر بھٹو اور اندرا گاندھی کے درمیان کشمیر کے سوال پر خفیہ سمجھوتہ ہوا تھا۔ تاہم اس بارے میں حکومت پاکستان کی طرف سے اب تک سرکاری طور پر کوئی تبصرہ نہیں کیا گیا۔ راقم کی رائے میں اسی خفیہ سمجھوتے کی وجہ سے ہی ۷۴ء میں لاہور میں منعقد ہونے والی اسلامی سربراہی کانفرنس میں جہاں تمام مسلم دنیا کے مسائل پر غور کیا گیا مسئلہ کشمیر کی بازگشت تک نہیں سنی گئی، کیونکہ مسٹر بھٹو معاہدہ کی خلاف ورزی نہیں کر سکتے تھے۔

بہرحال اب برصغیر کے حالات میں کچھ تبدیلی آچکی ہے۔ پاکستان میں بھٹو صاحب کے زوال کے بعد جنرل ضیاء الحق کی قیادت میں فوجی حکومت قائم ہے اور بھارت میں اندرا گاندھی کی کانگریس کے بجائے جنتا پارٹی برسر اقتدار ہے۔ برصغیر میں نئے حالات کے پس منظر میں صورت حال کا جائزہ لیا جانا چاہیئے۔ جہاں تک مسئلہ کشمیر کا تعلق ہے یہی وہ واحد مسئلہ ہے جس کے باعث گذشتہ تیس سالوں کے دوران بھارت اور پاکستان کے درمیان تعلقات کشیدہ ہوتے رہے ہیں اور لڑائیوں تک بھی نوبت آئی۔ بلاشبہ آج بھی یہی مسئلہ بہت اہمیت رکھتا ہے۔ جہاں تک پاکستان کی فوجی حکومت کا تعلق ہے فوجی حکومت اس بات کا بار بار اعادہ کر چکی ہے کہ مسئلہ کشمیر اقوام متحدہ کی قراردادوں کی روشنی میں حق خود ارادیت کے مسلمہ اصولوں کے مطابق ہی حل ہو سکتا ہے اور حکومت پاکستان اپنے منصفانہ مؤقف سے دستبردار نہیں ہو سکتی۔

اب رہا سوال بھارت کی جنتا حکومت کا۔ کیا مرار جی ڈیسائی کی حکومت اس مسئلہ کے منصفانہ حل کے لئے متفق ہو جائے گی؟ راقم کی رائے میں اس معاملہ میں ہمیں زیادہ خوش فہمی کا شکار نہیں ہونا چاہیئے۔ گو بھارت میں اب کانگریس برسر اقتدار نہیں ہے اور اس کی جگہ جنتا پارٹی برسر اقتدار ہے لیکن اس تبدیلی کے باوجود بھارت کی خارجہ پالیسی میں کوئی تبدیلی نہیں آئی ہے ، بھارت کی خارجہ پالیسی آج بھی وہی ہے جو پہلے تھی۔ مسئلہ کشمیر کے بارے میں بھارت کی موجودہ حکومت بھی گذشتہ چند ماہ کے دوران تضاد بیانی کا شکار ہوئی ہے۔ بھارت نے ہمیشہ دوغلے پن کا مظاہرہ کیا ہے۔ اور مرار جی ڈیسائی کی حکومت بھی روایتی انداز پر ہی چل رہی ہے۔ ان حالات میں بھارت سے کسی بہتری کی توقع عبث ہے۔ البتہ بھارت اپنے مخصوص مفادات کے پیش نظر مسئلہ کشمیر کے بارے میں کچھ رعائتیں دینے پر آمادہ ہو جائے تو کچھ بعید نہیں۔ بھارت کا ایشیائی مشترکہ منڈی کا جو منصوبہ ہے وہ اسوقت تک صحیح معنوں میں کامیاب نہیں ہو سکتا جب تک کہ پاکستان،

بقیہ صفحہ ۱۸ پر

سیاسیاتِ عالم

ع. منصور



مصر اور سعودی عرب سنٹو میں شامل ہو جائیں گے؟

اب کی بار سنٹو کا سالانہ اجلاس ۲۱ اپریل کو واشنگٹن میں ہوا۔ خلاف معمول سنٹو کے ممبر ملکوں میں اس اجلاس کے انعقاد کے بارے میں کسی قسم کی اطلاعات فراہم نہیں کی گئیں ـــ پاکستانی اخبارات نے صرف اتنی خبر دی کہ امور خارجہ کے مشیر جناب آغا شاہی اس اجلاس میں شرکت کر رہے ہیں۔

کچھ عرصے قبل مبصرین یہ خیال آرائی کر رہے تھے کہ سنٹو بھی اب اپنے جڑواں سیٹو کی طرح دم توڑ دے گا۔ مگر یہ توقعات امریکہ کی جانب سے فوجی و سیاسی بلاکوں کے تن مردہ میں نئی جان ڈالنے کی کوششوں کے طفیل پوری نہیں ہو سکیں۔ اس سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے کہ امریکہ نے آج کل دنیا میں جاری و ساری مفاہمت کے عمل سے کوئی اثر نہیں لیا ہے۔

سنٹو کے واشنگٹن اجلاس کا انعقاد امریکہ کے ایما پر ہوا۔ گو کہ امریکہ سنٹو کے وزارتی اجلاسوں میں مبصر کی حیثیت سے شریک ہوتا ہے مگر اس فوجی و سیاسی بلاک کی باگیں اصل میں امریکہ ہی کے ہاتھوں میں ہیں۔ مبصرین کے خیال کے مطابق اس سنٹو کا وزارتی اجلاس واشنگٹن میں بلانے کا اصل سبب یہ ہے کہ اب اس بلاک میں شامل "جونیئر ساتھیوں" پر اپنی پالیسی تھوپنا امریکہ کے لئے مشکل ہوتا جا رہا ہے۔

دوسری وجہ جو امریکہ کو اس سیاسی و فوجی بلاک کی باگیں کسنے پر مجبور کر رہی ہے' وہ اس بلاک میں شامل ملکوں کے درمیان ابھرنے والے اختلافات ہیں۔ اس سلسلے میں خود امریکہ اور ترکی کے اختلافات کا حوالہ دیا جا سکتا ہے۔

اس کے علاوہ سنٹو کے ممبر ملکوں کے درمیان کئی اہم معاملات پر شدید اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔ یہ صورت حال ظاہر ہے امریکہ کی خارجہ پالیسی کے مفادات سے مطابقت نہیں رکھتی جو بحیرۂ روم سے بحر ہند تک کے پورے علاقے میں اپنے مفادات کی حفاظت کے لئے سنٹو کو ایک اہم ذریعہ سمجھتا ہے۔

امریکہ اس وسیع علاقے کے لئے اپنی حکمت عملی وضع کرتے وقت ہمیشہ تیل کے مفادات کو پیش نظر رکھتا ہے۔ مشرق وسطیٰ کا تیل ہی وہ محرک ہے جو سنٹو اور مشرق وسطیٰ کے دیگر ملکوں کے ساتھ فوجی روابط مضبوط کرنے پر امریکہ کو مجبور کرتا ہے۔

امریکہ سنٹو کے ذریعے مشرق وسطیٰ کے تیل بردار ملکوں پر کس طرح اثر انداز ہوتا ہے اس کا نمایاں اظہار اس وقت ہوا جب ۱۹۷۳ء میں عرب ملکوں نے امریکہ کی اسرائیل نواز پالیسی پر احتجاج کرتے ہوئے تیل کا ہتھیار استعمال کرنے کا فیصلہ کیا۔ عربوں کے اس فیصلے پر جہاں امریکی صدر، وزیر خارجہ اور وزیر دفاع نے فوجی طاقت استعمال کر کے عربوں کے تیل پر قبضہ کرنے کی دھمکی دی وہاں پاکستان جیسے عربوں کے دوست اور برادر ملک کو سنٹو کی فوجی مشقوں "مڈلنک" کی میزبانی کے فرائض ادا کرنے پڑے۔ ان مشقوں میں مشرق وسطیٰ کے حالات میں جنگ کرنے کی مشقیں کی گئیں اور اس طرح تیل بردار عرب ملکوں کو دھمکایا گیا۔

امریکہ کی اس "دلچسپی" کا مقصد صاف اور واضح ہے۔ سنٹو کے ممبر ملکوں اور ملحقہ خلیج کے ملکوں میں امریکی فوجی ماہرین کی تعداد میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ ان ملکوں میں تیزی کے ساتھ عسکریت پسندی کو فروغ دیا جا رہا ہے اور وہ اپنے قومی دفاع کی ضروریات سے زیادہ مغربی اسلحہ خرید رہے ہیں جس سے ان ملکوں کی معیشتوں پر ناقابل برداشت بوجھ پڑ رہا ہے۔ اس سلسلے میں خود پاکستان کی مثال دی جا سکتی ہے جہاں ۷۱-۱۹۷۰ء کے بجٹ میں جب ملک کی آبادی رقبہ، آمدنی اور سرحدیں آج سے دگنی تھیں، پاکستان نے اپنے بجٹ میں دفاعی اخراجات کے لئے تین ارب روپے مختص کئے تھے جو ۷۷-۱۹۷۶ء کے بجٹ میں بڑھ کر نو ارب روپے ہو گئے جبکہ عوام اور سیاسی جماعتوں کی طرف سے مسلسل غیر پیداواری اخراجات کم کرنے کا مطالبہ کیا جا رہا ہے۔

حال ہی میں سنٹو کے سیکرٹیریٹ نے ایک کتابچہ شائع کیا ہے جس میں سنٹو کے اغراض و مقاصد بیان کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ اس جنگی و سیاسی بلاک کا مقصد "سوویت یونین سے جو دوسری عالمی جنگ کے بعد علاقے کی علاقائی سالمیت کے لئے خطرہ بنا ہوا ہے تحفظ فراہم کرنا ہے" غالباً سنٹو کے یہ سوویت یونین دشمن ظاہری خدوخال ہی ہیں جن کی وجہ سے عوامی جمہوریہ چین سنٹو کے استحکام کے لئے امریکہ اور اس کے ایشیائی ممبروں پر زور دے رہا ہے۔ اور ظاہر ہے پاکستان جیسا ملک سنٹو سے الگ ہو کر چین

جیسے قریبی پڑوسی کی ناراضگی کا خطرہ مول نہیں لے سکتا ہے۔ جہاں تک سوویت یونین کا تعلق ہے حقائق سنٹو کے سیکریٹیریٹ کے اس دعویٰ کو سختی سے رد کرتے ہیں کہ سنٹو کے ممبر ملکوں کی علاقائی سلامتی کو سوویت یونین سے کوئی خطرہ ہے حقیقت یہ ہے کہ سنٹو کے تینوں ایشیائی ممبروں پاکستان، ایران اور ترکی کے تعلقات دن بہ دن سوویت یونین کے ساتھ بہتر ہوتے جا رہے ہیں اور سوویت یونین کے ساتھ انکا معاشی اور ثقافتی تعاون تیزی سے بڑھ رہا ہے اور ان تینوں ملکوں نے سوویت یونین کی مدد سے اپنے ملک میں اہم بنیادی اور بھاری صنعتیں قائم کریں، جو ظاہر ہے پاکستان، ایران اور ترکی کے ساتھ سوویت یونین کے خوش ہمسائیگی کے تعلقات کی غمازی کرتی ہیں۔

حالیہ برسوں میں سنٹو کے ایشیائی ممبروں کی پالیسیوں میں تبدیلیاں آنی شروع ہوئی ہیں جس کی وجہ سے امریکہ اپنی پالیسی میں، جسکا بنیادی مقصد قومی آزادی کی تحریکوں کو روکنا ہے سنٹو کے کردار کا از سرِ نو جائزہ لے رہا ہے۔ امریکہ پالیسی کا طویل المیعاد مقصد تیل بردار ملکوں کے تیل کے وسائل پر قبضہ جاری رکھنا ہے اور اس غرض سے وہ سنٹو کو استعمال کرنے کی شدید خواہش رکھتا ہے اپنی اس خواہش کی تکمیل کے لئے امریکہ پرانے فوجی بلاکوں کو وسعت دینے اور نئے بلاک قائم کرنے کی کوششوں میں مصروف ہے۔ اس ضمن میں عرب اور افریقی ملکوں پر مشتمل بحیرۂ احمر کے ملکوں کا ایک فوجی بلاک قائم کرنے کی کوشش خاص طور سے قابل ذکر ہے مگر علاقے کے بعض ملکوں کی مخالفت اور ایتھوپیا کے خلاف لڑائی میں صومالیہ کی ہزیمت کی وجہ سے یہ کوشش کامیاب نہیں ہو سکی۔ مبصرین کا خیال ہے کہ بحیرۂ احمر کے ملکوں کا بلاک بنانے میں ناکامی کے بعد اب امریکہ کی کوشش ہے کہ مصر اور سعودی عرب کو سنٹو میں شامل کیا جائے تاکہ سعودی عرب کے زبردست مالی وسائل اور فوجی قوت کو امریکی مقاصد کے لئے استعمال کیا جا سکے۔

گو کہ سنٹو کے واشنگٹن اجلاس کے ایجنڈے کے بارے میں کچھ نہیں بتایا گیا ہے لیکن مبصرین کا خیال ہے کہ حسب سابق اس دفعہ بھی اتحادیوں کے ساتھ اپنے خلوص اور وفاداریوں کی یقین دہانیوں پر امریکہ زیادہ وقت ضائع کرے گا۔ جہاں تک سنٹو کے ایشیائی ممبروں کا تعلق ہے ان پر یہ بات اب پہلے سے کہیں زیادہ واضح ہے کہ اس قسم کے بلاک ان کے قومی مفادات سے میل نہیں کھاتے ہیں زیادہ حقیقت پسند مبصرین کا کہنا ہے کہ جلد یا بدیر سنٹو کو بھی سیٹو کی طرح تاریخ کی کسی قبر میں گاڑ دیا جائے گا، اس لئے کہ ایک طرف تو بحر الکاہل سے بحیرۂ احمر تک پوری ایشیائی رائے عامہ اس قسم کے بلاکوں کو فروغ پذیر امن پسندانہ رجحانات کے منافی ہیں، دوسرے سیٹو نے ثابت کر دیا ہے کہ اس قسم کے بلاک تیسری دنیا کی اقوام کی آزادی کی تحریکوں کو روکنے اور دبانے میں کامیاب نہیں ہو سکتے اور یہ بات ویت نام اور ہند چینی کے دیگر ملکوں نے اپنی بہادرانہ جدوجہد کے ذریعہ آزادی حاصل کرکے ثابت کر دی ہے۔

بقیہ: مسئلہ کشمیر

سے اس کے تعلقات انتہائی دوستانہ نہ ہوں ایشیائی مشترکہ منڈی کی راہ میں پاکستان حائل ہو سکتا ہے، اس لئے بھارت کوشش کر رہا ہے کہ پاکستان ایشیائی مشترکہ منڈی کی اسکیم کے لئے تیار ہو جائے، لیکن ایسا اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک کہ مسئلہ کشمیر باقی ہے، اس لئے آئندہ پاک بھارت مذاکرات میں بھارت کی کوشش ہوگی کہ مسئلہ کشمیر کے ضمن میں پاکستان کو کچھ رعائتیں دے اور "کچھ لو اور کچھ دو" کی بنیاد پر سمجھوتہ ہو جائے لیکن اقوام متحدہ کی قراردادوں کے مطابق حق خود ارادیت کے سوا کوئی حل بھی کشمیری عوام کے لئے قابل قبول نہیں ہوگا جو اس مسئلہ کے بنیادی فریق ہیں اور پاکستان بھی کشمیری عوام کے حق خود ارادیت سے دست بردار نہیں ہو سکتا۔

سوال اب یہ ہے کہ ایسے حالات میں ہمیں کیا کرنا چاہئے۔ راقم کی رائے میں مذاکرات سے انحراف کوئی اچھی بات نہیں، مذاکرات کی میز پر ضرور جانا چاہئے اور مذاکرات کی کامیابی کی پوری کوشش کرنی چاہئے لیکن ان مذاکرات سے زیادہ توقعات وابستہ کرنے کی بھی کوئی بات نہیں۔

مسئلہ کشمیر جو پاکستان کی موت و حیات کا مسئلہ ہے اس معاملہ میں تمام قومی حلقوں کو اعتماد میں لے کر قومی پالیسی بنائی جانی چاہئے۔ ماضی میں ایسا نہیں ہو سکا اور تحریک آزادی کے لئے ساتھ ہی ساتھ عملی پروگرام بھی مرتب کیا جانا چاہئے۔

اس ضمن میں ضروری ہے کہ آزاد کشمیر میں فوری طور پر جمہوری حکومت قائم ہو کیونکہ مقبوضہ کشمیر میں شیخ عبداللہ کی قیادت میں جمہوری اور سیاسی حکومت قائم ہے۔ آزاد کشمیر میں بسلسلہ جمہوریت کی بحالی سے مذاکرات کی میز پر ہماری پوزیشن بہتر ہو سکتی ہے۔



جمہوری نظام کے بغیر پاکستان زندہ نہیں رہ سکتا" نوابزادہ نصر اللہ خان

اب نظام مصطفیٰ کی راہ میں رکاوٹ کیا ہے؟

صدارتی طرز حکومت ہم کو منظور نہیں۔

قربانیوں کا تقاضہ ہے کہ پارلیمانی نظام برقرار رکھا جائے۔

دنوں کے الٹ پھیر سے تحریک نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جولانیاں، جوشِ جذبات اور عشق کی داستانیں مجاہدانہ نعرے کانوں میں گونج رہے ہیں اور دوسری طرف ایف۔ ایس۔ ایف کے لیٹرے، بکتر بند گاڑیاں۔ آنسو گیس، لاٹھی چارج گولیوں کی بارش اب ماضی کے پردوں میں دب چکی ہے۔ ظلم پھر ظلم ہے بڑھتا ہے تو مٹ جاتا ہے۔

۵ جولائی کو ایک خونی باب کا خاتمہ ہوا۔ بے شمار سہاگنوں کے سہاگ لٹ گئے، بہت سے بھائی بہنوں کو آنسو بہاتے ہوئے چھوڑ گئے۔ بچے اپنے شفیق اور پیارے ابو کی یاد در انتظار میں وقت گذار رہے ہیں، مائیں اپنے نونہالوں کے لئے منتظر ہیں۔ بھائی اپنے جیالے اور بہادر بھائیوں کی راہ تک رہے ہیں اور پوری قوم اس انتظار میں ہے کہ نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جو عظیم قربانیاں دی گئیں وہ نظام کیوں نافذ نہیں ہو رہا؟ اب نہ تو بھٹو وزیراعظم ہے اور نہ اس کا جور و ستم، اب نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ میں رکاوٹ کیا ہے!

ملتان کے نامور صحافی جناب ریاض پرویز نے انہی ایام کو اوراق میں محفوظ کر لیا ہے اور تلخ و شیریں یادیں اب زیور طبع سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آچکی ہے۔ آج اس کتاب کی افتتاحی تقریب شالی مار ویسگاہ ملتان میں منعقد ہوئی۔ ملتان کے عظیم روحانی و سیاسی رہنما حضرت مولانا محمد علی خان صاحب نے افتتاح بھی کیا اور جلسہ کی صدارت بھی، جبکہ پاکستان قومی اتحاد کے نائب صدر نوابزادہ نصر اللہ خاں نے مہمان خصوصی کی حیثیت سے خطاب کیا۔

نوابزادہ صاحب نے کہا کہ قائد اعظم کے مختصر دور کے بعد برسر اقتدار آنے والے ہر شخص نے جمہوری نظام کو مسخ من مانے نظام کو مسلط کرنے کی کوشش کی ہے لیکن قومی رہنماؤں نے ہر دور میں ان آمروں کی مزاحمت کی اور ریاست [illegible] ہیں۔ ۷ مارچ کے غیر منصفانہ انتخابات نے جو صورتحال پیدا کر دی تھی اس سے عہدہ برآ ہونے کے [illegible] کو ہی پاکستان قومی اتحاد نے صوبائی انتخابات کے بائیکاٹ کا تاریخی فیصلہ کیا تھا۔

پاکستان کی بنیاد جمہوری نظام تھا اور اس کے بقا اور ترقی کا ضامن بھی یہی نظام ہے جمہوری نظام کے بغیر پاکستان زندہ نہیں رہ سکتا۔ تحریک نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اساس بھی یہی بنیادی نظام تھا۔ ہم نے ایک لمحہ ضائع کئے بغیر غیر جمہوری [illegible] کو مسترد کر دیا۔

بھارت اور پاکستان کا موازنہ

ہندوستان میں بے شمار مسائل ہیں۔ علاقائی زبانیں اور تہذیب الگ الگ ہے۔ مختلف قومیں اور بہت وسیع ملک ہے چونکہ وہاں جمہوری اقدار کا احترام ہے، انتخابات غیر جانبدارانہ ہوتے ہیں وقت پر ہوتے ہیں، انہی جمہوری روایات نے ملک کو یکجا کئے رکھا ہے۔ ترقی بھی ہوئی ہے اور [illegible] ہے۔ ہمارے یہاں جنرل یحییٰ خان نے منصفانہ انتخابات کے نتائج کو تسلیم نہ کیا ملک دولخت کرا دیا۔ ہم ایک قوم ہوتے ہوئے اس عظیم ملک کے ایک حصہ کو کھو بیٹھے ہیں کہ ہم نے نظریۂ پاکستان اور جمہوری اقدار کی نفی کی تھی۔

عام انتخابات اور عبوری حکومت:

اب بھی پاکستان کی بقا اور ترقی کا ایک ہی راستہ ہے کہ جسقدر جلدی ممکن ہو عام انتخابات کرائے جائیں۔ جمہوری اقدار کو فوری طور پر بحال کیا جائے اور قوم کی بصیرت پر اعتماد کیا جائے۔ یہ عظیم قوم جس نے آمریت سے نجات حاصل

کرلی ہے صحیح حکومت بنانے کی اہمیت بھی رکھتی ہے اسی لئے انتخابات میں دیر نہ کی جائے ہم نے یحییٰ کے بختیار فارمولہ اس لئے رد کر دیا تھا کہ اس میں صرف صوبائی انتخابات کرانے کی پیشکش تھی۔ اب کہا جاتا ہے کہ لوکل باڈیز کے الیکشن ہوں ہم عام انتخابات کے علاوہ دوسری کوئی بات نہیں سن سکتے۔

صدارتی طرز حکومت:

ہمارے لئے صدارتی طرز حکومت بھی قابل قبول نہیں۔ یہ تمام تجربے ناکام ہو چکے ہیں۔ دستور سازی کے وقت بھٹو بھی صدارتی نظام چاہتا تھا ہم نے ڈٹ کر مخالفت کی اور دستور پارلیمانی طرز پر بنایا گیا۔ اب بھی ہم نظام حکومت میں کسی قسم کی تبدیلی قبول نہیں کریں گے۔ دستور میں جو باتیں طے ہو چکی ہیں ان باتوں کو دوبارہ نہ اٹھایا جائے قربانیوں کا تقاضا ہے کہ پارلیمانی نظام کو برقرار رکھا جائے

تلخ و شیریں یادیں:

میں شیخ ریاض پرویز کو مبارکباد پیش کرتا ہوں، ان کی خدمات کو سراہتا ہوں۔ تحریکیں روز روز نہیں چلا کرتیں۔ پوری قوم نے اتنی بڑی قربانی آج تک نہیں دی تھی جو قربانی بھٹو کے خلاف تحریک میں دی گئی، کیونکہ اسوقت بھٹو برسر اقتدار تھا۔ قومی خزانہ، پولیس، ایف۔ ایس۔ ایف اور انتظامیہ اس کے ہاتھ میں تھی۔ قوم اس وقت مرعوب نہ ہوئی۔ قوم کا عزم۔ استقلال اور ہمت جیت گئی اور بھٹو آمریت ہار گئی۔ تحریکوں اور قربانیوں کے واقعات کو آنے والی نسلوں کے لئے اکٹھا کرنا بہت بڑا کام ہے۔ شیخ ریاض کا ملتان کی سرزمین سے کتاب لکھنا ہمارے لئے باعث فخر ہے اور آج کی اس تقریب میں، مولانا حامد علی خان کا موجود ہونا اس بات کی علامت ہے کہ تحریک کا جذبہ ابھی لوگوں میں زندہ ہے۔

ملتان کو سلام

میں ملتان کے عوام کو سلام پیش کرتا ہوں۔ پورے ملک کی طرح ملتان نے تحریک میں حصہ لیا۔ جہاں تک تحریک میں نظم و نسق اور زور کا تعلق ہے ملتان سرفہرست رہا ہے اور سب سے زیادہ قربانی دی اور آج ملتان کے ایک فرزند کو یہ موقع نصیب ہوا ہے کہ اس نے پوری تحریک کو ایک کتاب کی شکل میں عوام کے سامنے پیش کر دیا ہے۔

مولانا حامد علی خان کی رائے:

جناب شیخ ریاض پرویز کی کتاب ہمارے لئے آئینے کی حیثیت رکھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی جزائے خیر عطا فرمائے۔ میں دعا کرتا ہوں اللہ ہماری قربانیوں کو قبول فرمائے۔ ملک میں نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم رائج ہو۔ یہ ملک بنا ہی اس لئے تھا کہ اس ملک میں اللہ کا قانون نافذ ہو۔

اصلاحی کمیٹیاں:

ملتان کے کمشنر نے اعلان کیا ہے کہ ۳۰ اپریل تک اصلاحی کمیٹیوں کا کام مکمل کر لیا جائے گا۔ اس اعلان سے قبل بھی اقتدار میں شریک ہونے کے شائق اس دوڑ دھوپ میں لگے ہوئے تھے اب ان کی سرگرمیوں میں اور تیزی آ گئی ہے۔

یہ کام کبھی پولیس کے سپرد کیا گیا تو کبھی بلدیہ کے اہلکار فہرست بناتے پھرے۔ دیہات میں تحصیلدار یہ کام کر رہے ہیں۔

ہر تحصیل کے ایڈیشنل کمشنر کو یہ اختیار دیا جا چکا ہے کہ وہ اہل لوگوں کی فہرست مرتب کریں۔ اب یہ کام مجسٹریٹوں کے سپرد کیا جا رہا ہے۔ ڈپٹی کمشنر اپریل کے آخر تک فہرست مکمل کر کے کمشنر کو بھجوا دیں گے۔ اور اس کے بعد اصلاحی کمیٹیوں کے ناموں کا اعلان کر دیا جائے گا۔

ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ حکومت قومی و صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات کے بعد اقتدار منتخب لوگوں کے سپرد کر دیتی اور منتخب حکومت اپنی نگرانی میں لوکل باڈیز کے انتخاب کراتی۔

اگر حکومت کو یہ اصرار ہے کہ پہلے لوکل باڈیز کے انتخابات کی جگہ اصلاحی کمیٹیوں کی سلیکشن ضروری ہے تو یہ کام بھی بڑی احتیاط سے کیا جائے۔ پولیس کے ٹاؤٹ بد اخلاق اور بدکردار لوگوں سے اصلاحی کمیٹیوں کو پاک رکھا جائے۔

بقیہ: مفتی صاحب کا خطاب

اس سے حیا کی جائے لیکن ایسا نہیں ہوتا اور اسی وجہ سے گناہ سرزد ہوتے رہتے ہیں۔

حدیث میں آتا ہے کہ بے عمل کا ایمان اتنا کمزور ہو جاتا ہے کہ زانی زنا کرتا ہے تو وہ اس وقت مومن نہیں رہتا اور جب شراب پیتا ہے تو اس کا ایمان اور یقین اس سے دور ہو جاتا ہے، چوری کرتا ہے تو ایمان جدا ہو جاتا ہے۔ اس طرح ایمان کے نہ لوٹنے کا خطرہ ہے۔

آپ نے فرمایا میں سمجھتا ہوں کہ انسان کو گناہوں سے بے خطر نہیں ہونا چاہیئے۔ میں کہتا ہوں کہ جو آدمی عبادت میں لگا ہوا ہے اسے بھی خدا سے ڈرنا چاہیئے۔ آدمی کو اپنی عبادت پر غرور نہیں کرنا چاہیئے۔ عبادت کے گھمنڈ میں یہ نہ سمجھے کہ میں بخشا گیا۔ ایسا سوچنا غلط ہے۔ ہمارے اعمال ہی کیا ہیں۔ نماز پڑھنا کوئی خدا پر احسان تو نہیں جب جسم، زبان، شعور اور سب کچھ خدا نے دیا ہے تو پھر ان اعضاء سے خدا کا شکر ادا کرنے میں کونسا احسان ہے خدا پر، خدا کی دین پر شکر چاہیئے عذر نہیں چاہیئے۔

مفتی صاحب نے فرمایا کہ آپ ساری عمر عبادت کرتے چلے جائیں ایک بینائی کا بدل نہیں ہو سکتیں ساری عمر عبادت کرتے جاؤ خدا کی ایک نعمت کا حق ادا نہیں ہو سکتا پھر عذر کس بات پر ہے اور پھر آخرت کی نعمتوں کے بھی طلبگار ہو۔ خدا کے فضل کی دعا کرو۔

مفتی صاحب نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم میں ایک بھی شخص محض عمل کی وجہ سے جنت میں داخل نہیں ہو سکتا۔ صحابہؓ نے عرض کیا آپ بھی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہاں میں بھی نہیں جا سکتا مگر یہ کہ خدا اپنی رحمت کی چادر میں ڈھانپ لے۔

میرے دوستو جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بارے میں یہ فرمایا تو ہم کو تو حیا کرنی چاہیئے۔ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کردار کو سامنے رکھتے ہوئے انسان بننے کی کوشش کریں۔ جو صحیح انسان ہے وہی دراصل مسلمان ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی بھی تعلیم ہے۔ اگر آپ کبھی کاٹ لیتے ہیں اور کتا بھی کاٹ لیتا ہے تو آپ میں اور کتے میں فرق کیا ہے۔ فرق اخلاق اور کردار کا ہے لہذا اگر ہم مسلمان بننا چاہتے ہیں تو

تحریر: میاں محمد ذوالفقار علی







اس قوم کو جسکو اس خطۂ سرزمین کے حقوق شہریت حاصل اور جہاں قرآن کریم کی حکومت کا وجود قائم ہوا سے امت مسلمہ کا مقام حاصل ہوگا۔ امت مسلمہ کی حیثیت عام امتوں کی طرح نہیں اس کو خدا نے امتیازی شان بخشی ہے۔ یہ انسانوں میں اشرف اور اعلےٰ امت ہے جسے دنیا کی تمام قوموں سے صدر کی طرح رہنمائی کی مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ امت مسلمہ کا ہر فرد دین کا تابع ہوتا ہے۔ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پختہ یقین رکھتا ہے اور قرآن حکیم اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا فکری سرمایہ قرار دیتا ہے اور اسی کو صداقت کی کسوٹی تسلیم کرتا ہے۔ وہ خالص خدا کا فرمانبردار ہوتا ہے اور اللہ تعالےٰ کو صاحبِ حکم مانتا ہے اور عملی اقتدار صرف قرآن کریم کا تسلیم کرتا ہے۔ وہ خدا کے دین کو دوسری قوموں تک پہنچاتا ہے اور دین سے پوری پوری واقفیت رکھتا ہے۔ امت مسلمہ کے افراد اپنی انفرادی حیثیتوں اور پوری امت اپنی اجتماعی حیثیت میں سب کے سب اسلام کے عملی ترجمان ہوں۔ انہیں توحید اور رسالت وغیرہ عقائد پر گہرا یقین ہوتا ہے اور یہ یقین ان کی ایک ایک ادا سے ٹپک رہا ہوتا ہے۔ ان کے اخلاق وہ ہوتے ہیں جن کی اسلام نے تلقین کی ہے۔ انکے معاملات انہی خطوط پر انجام پائیں جو کتاب اور سنت نے کھینچ دیئے ہیں۔ ان کی معاشرت، ان کی معیشت اور ان کی سیاست غرضیکہ ان کی زندگی کا پورا نظام اور اس نظام کا ایک ایک شعبہ اسی کے مطابق تعمیر ہو جو اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بنا کر دیئے ہیں۔ یہ امت دنیا کے سامنے حق کی شہادت دیتی ہے۔ اس بہترین امت کو انسانوں کی بھلائی کے لئے وجود میں لایا گیا ہے۔ امت مسلمہ کے افراد کے باہمی تعلقات کی نوعیت ایک جسم کی سی ہوتی ہے جس کے اگر ایک عضو میں تکلیف ہو تو پورا جسم تکلیف میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ (۶) حقوق ہیں:

۱۔ اگر ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو ملے تو سلام کرے۔

۲۔ جب مدد کے لئے پکارے تو لبیک کہے۔

۳۔ جب ایک مسلمان دوسرے مسلمان سے خیر خواہی کا طالب ہو تو خیر خواہی کرے۔

۴۔ جب ایک بیمار پڑے تو دوسرا بیمار پرسی کرے۔

۵۔ جب ایک وفات پا جائے تو دوسرا اس کے جنازے کے ساتھ شریک ہو۔

۶۔ ایک دوسرے سے اخلاق اور بھائی چارگی سے پیش آئے۔

یہ امت خدا کی رسی کو مضبوطی سے پکڑتی ہے۔ قرآن کریم کے نزدیک مسلمانوں کی عالمگیر وحدت اخوت کی بنیاد پر صرف اسلام ہے۔ قرآن مجید اس اجتماعیت اور اتحاد کی تاکید کرتا ہے جس کی بنیاد اسلام ہو۔ اسلام کے سوا کوئی اور بنیاد مسلمانوں کو جوڑنے والی نہیں۔ اسلام میں دو یا دو سے زیادہ جماعتوں کا تصور نہیں۔ مسلمانوں کی صرف ایک ہی جماعت ہے وہ ہے ملت اسلامیہ جسکا وجود مدینہ منورہ میں قائم ہوا۔ مہاجرین اور انصار ایک دوسرے میں جذب ہو گئے اور انکا ایک مرکز قائم ہو گیا۔ ان کی علیحدہ علیحدہ معیشت ختم ہو گئی اور مدینہ منورہ میں قرآن کریم کی حکومت کا وجود قائم ہو گیا۔ مسلمانوں کا خدا ایک، رسولؐ ایک، ضابطہ حیات ایک، ان کا دین ایک، ان کا مکتب فکر ایک، اور ان کا منشور ایک یعنی لوگوں کو اسلام کی طرف لانا۔ جو فرد یا جماعت یا گروہ ملت اسلامیہ میں فکری طور پر اور سیاسی طور پر گروہ بندی قائم کرے گا وہ جماعت یا فرد خارج از ملتِ اسلامیہ تصور ہو گا۔

پچھلے تیس سال سے سیاسی لیڈروں نے مختلف سیاسی جماعتوں میں بٹ کر ملک کا معاشرہ خراب کر دیا ہے اور پاکستان کی قوم کو اسلامی آئین کے نفاذ سے محروم کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ امت مسلمہ کا وجود قائم نہ ہو سکا۔ یہ وہ ہی امت مسلمہ تھی جس کے افراد نے ایک مسلمان لڑکی کی فریاد پر راجہ داہر کی سلطنت کو پاش پاش کر دیا۔ اگر تقسیمِ ہند کے بعد پاکستان میں اسلامی آئین کے نفاذ سے امت مسلمہ کا وجود قائم ہو جاتا تو ہند میں ہزاروں مسلمان لڑکیوں کی چیخ و پکار سنکر اسی امت کے مجاہدین سارے ہند کو روندھ ڈالتے اور ملتِ اسلامیہ کی وہ جماعت جو ہند میں غیر مسلموں کی غلام بن کر رہ گئی تھی آزاد ہو جاتی اور سارا ہند دارالسلام ہو جاتا اور پاکستان میں اسلام کا ایک ایسا مرکز قائم ہوتا جو دورِ اول میں مدینہ منورہ میں قائم ہوا تھا اور اس کی روشنی تمام دنیا میں پھیلتی۔

ایڈیٹر کے نام ......

سیکرٹری لوکل گورنمنٹ اینڈ سوشل ویلفیئر پنجاب کی خدمت میں اپیل

مکرمی!

خاکسار نے از ۱۳ مئی ۲۳ء تا ۵ دسمبر ۱۹۵۱ء ڈسٹرکٹ کونسل میانوالی بحیثیت ورنیکلر ٹیچر سروس کی تھی۔ بعد ازیں ڈائریکٹر پبلک انسٹرکشن کے حکم مجریہ نمبری ۳۱۱۳۷ محررہ ۲۰ نومبر ۱۹۵۱ء پر ڈی۔ آئی سکولز میانوالی اور چیئرمین ڈسٹرکٹ کونسل کی منظوری و تاکید پر گورنمنٹ سروس اختیار کی تھی۔

گورنمنٹ سروس میں ۶ دسمبر ۱۹۵۱ء کو حاضری دی تھی۔ ۵۸ سال مدت ملازمت ۳۱ مارچ ۱۹۷۲ء مکمل کر کے ۱ اپریل ۱۹۷۲ء کو ریٹائر ہوا۔ اگرچہ ڈسٹرکٹ کونسل سے مجھے بطور آن ڈیپوٹیشن گورنمنٹ سروس نے لیا گیا تھا لیکن ریٹائرمنٹ ہونے پر صرف گورنمنٹ سروس جو تقریباً بیس سالوں پر مشتمل تھی اس کے مطابق پنشن دی۔

میں نے ہر چند درخواستیں اپیلیں کی ہیں بلکہ مجبور ہو کر ۹ نومبر ۱۹۷۶ء اور ۱۶ نومبر ۱۹۷۷ء کو بنام سیکرٹری موصوف الصدر اور چیئرمین سروسز ٹریبونل پنجاب کو دو وکلاء کے ذریعہ زیر دفعہ ۸۰ نوٹس دیئے مگر آج تک کسی طرح کا جواب نہیں ملا۔

مایوس ہونا گناہ بلکہ کفر ہے۔ میں ناامید نہیں ہوں پر اتنا عرض ضرور کرتا ہوں کہ بالآخر صبر کی حد چاہیئے۔ جب تمام بلدیاتی اساتذہ کو مدت ملازمت سے پنشن کا حق دیا گیا ہے مجھے محروم نہ کیا جائے۔ میرے پاس ڈسٹرکٹ کونسل میانوالی کی سروس بک کی ڈپلی کیٹ مصدقہ موجود ہے۔ ڈائریکٹر تعلیمات پنجاب، ڈپٹی انسپکٹر مدارس میانوالی اور چیئرمین ڈسٹرکٹ کونسل کے اصلی احکام موجود ہیں پھر مجھے آزمائش میں ڈالنا مقدس ترین پیشہ کے سربراہان کو زیب نہیں دیتا۔ میں نے از ۱۳ مئی ۲۳ء تا ۵ دسمبر ۵۱ء ڈسٹرکٹ کونسل میانوالی اور ۶ دسمبر ۱۹۵۱ء تا ۳۱ مارچ ۱۹۷۲ء گورنمنٹ سروس باعزت طور پر کی ہے میں آبرو مندانہ پنشن کا حق چاہتا ہوں۔ میں انسان ہوں۔ میری بھی ضروریات ہیں۔ معتد بہ عیالدار ہوں بچے مختلف کالجوں میں زیر تعلیم ہیں۔ مجھے قانون اور اصول کے مطابق حق دیا جائے۔

اگر خدانخواستہ اس اپیل کا خاطر خواہ جواب نہ پایا تو بقول حضرت جوہر مرحوم

؎ آ مہربان کہ ہنر آزمائیں
تو تیر آزما ہم جگر آزمائیں

میں زیر دفعہ ۸۰ قانونی چارہ جوئی اس طرح کروں گا سیکرٹری اور چیئرمین صاحبان موصوف الصدر میرے اس کیس کے ذاتی طور پر ذمہ دار ہوں گے۔ میں بوڑھا ہوں میانوالی سے باہر نہیں جا سکتا۔ میانوالی کی سول عدالت سے رجوع کروں گا۔ توقع ہے کہ حکام بالا اپنی رعایا کے فرد پر مربیانہ شفقت فرما کر میری پنشن مذکورہ عرصہ کے مطابق مرتب کرنے کا حکم صادر فرما کر عنداللہ و عندالرسولؐ و عندالناس ماجور ہوں گے۔

خاکسار عطا محمد
ریٹائرڈ ٹیچر، مکان نمبر ۲۵۲/الف
میانوالی شہر

گندگی اور سٹریٹ لائٹس

مکرمی!

دریا خان ایک بڑا قصبہ ہے اور روز بروز ترقی کر رہا ہے۔ یہاں پر تقریباً شہر کی تمام گلیاں پختہ بن چکی ہیں لیکن جگہ جگہ سڑکوں پر گندگی کے ڈھیر نظر آتے ہیں جس کی وجہ سے بیماری پھیلنے کا سخت اندیشہ ہے اس لئے گندگی کوڑا کرکٹ شہر سے باہر ڈالنے کا انتظام کیا جائے۔

اور دریا خان میں سٹریٹ لائٹ نصب کی جائے۔ یہ وہ مطالبہ ہے جو دریا خان کے سماجی سیاسی و مذہبی حلقوں کی طرف سے کئے جا رہے ہیں جس کا تدارک فوری طور پر ہونا چاہیئے۔

محمد الیاس ارشد
دریا خان

مڈل اسکول کا درجہ دیا جائے؛

مکرمی!

ہم آپ کے مؤقر جریدہ کی وساطت سے متعلقہ حکام سے اپیل کرتے ہیں کہ ضلع سرگودھا کی تحصیل بھلوال کے مشہور قصبے شیر محمد والا نون کے پرائمری سکول کو مڈل کا درجہ دیا جائے کیونکہ ایک تو یہ سکول بہت پرانا ہے۔ دوسرا قریبی دیہاتوں سکیسر، خواجہ آباد، اللہ بخش والا، عطا آباد، حیدر آباد، چک ۱۶، چک ۱۷، فتح پور نون، نور پور نون، ٹانڈی، نڑیالہ، کالیکہ وغیرہ میں بھی کوئی مڈل سکول نہیں۔ ان دیہاتوں کے پرائمری پاس طلبہ کو تقریباً چار میل دور واقع مڈل یا ہائی اسکول میں جانا پڑتا ہے جس کی بنا پر متعدد طلبہ پرائمری کے بعد مجبوراً مزید تعلیم ترک کر دیتے ہیں چنانچہ علاقہ ہذا کی دیرینہ خواہش کے مطابق متعلقہ حکام سے پرزور اپیل کی جاتی ہے کہ پچیس ہزار کی آبادی کی سہولت کے لئے کم از کم موضع مذکور کے پرائمری سکول کو مڈل سکول کا درجہ دیا جائے۔

ایم۔ اے۔ کے نعیم نور خانوی
سینئر نائب صدر بزم قادریہ
شیر محمد والا نون

التماس

تمام ایجنسی ہولڈروں سے التماس ہے کہ وہ تمام بقایا جات ایک ماہ کے اندر اندر ادا کر دیں بصورت دیگر ان کے نام اور پتے اسوقت تک ترجمان اسلام میں "بلیک لسٹ" میں شائع کئے جاتے رہیں گے جب تک کہ بقایا جات وصول نہیں ہو جاتے۔ (جنرل منیجر)

بہاولپور ڈسٹرکٹ بار ایسوسی ایشن کے انتخابات میں عبداللہ قریشی کی کامیابی

افضل نظامی جنرل سیکریٹری منتخب ہو گئے

گذشتہ دنوں ڈسٹرکٹ بار ایسوسی ایشن بہاولپور کے انتخابات میں محمد عبداللہ قریشی، اپنے حریف ضمیر الحق کاظمی کو چھ ووٹوں سے شکست دے کر بار کے صدر منتخب ہو گئے۔ قریشی صاحب نے ۹۱ ووٹ حاصل کئے جبکہ کاظمی صاحب نے ۸۵ ووٹ حاصل کئے۔ مسٹر محمد عبداللہ قریشی ۱۹۷۵ء میں ہائی کورٹ بار ایسوسی ایشن اور سال ۶۸ء میں ڈسٹرکٹ بار کے جنرل سیکریٹری بھی رہے ہیں۔ قریشی صاحب کا تعلق جمعیۃ علماءِ اسلام سے ہے جبکہ ان کے حریف جناب کاظمی صاحب کا تعلق مسلم لیگ سے ہے۔ مسلم لیگ میں شمولیت سے قبل موصوف پیپلز پارٹی ضلع بہاولپور کے صدر بھی رہ چکے ہیں۔ دونوں حضرات کے درمیان مقابلہ بہت ہی سخت تھا اور گذشتہ ہفتہ دس دن سے انتخابی سرگرمیاں زوروں پر تھیں۔ دونوں امیدواروں کے حامی اور دوست نہ صرف شہر بہاولپور بلکہ ضلع بہاولپور میں بھاگ دوڑ کرتے ہوئے کاریں دوڑاتے ہوئے دیکھے گئے۔ کچھ ممبران کا تعلق لودھراں ضلع ملتان سے بھی ہے۔ اس لئے ضلع ملتان میں بھاگ دوڑ کا سلسلہ جاری رہا۔ اس انتخاب میں گہما گہمی اور دلچسپی کی ایک خاص وجہ یہ بھی ہے کہ کافی عرصہ سے انتخابی سرگرمیاں موقوف تھیں اور خاص طور پر دانشور طبقہ اس قسم کی سرگرمیوں کے لئے منتظر تھا۔ یہ انتخابات انتہائی پر امن اور دوستانہ ماحول میں منعقد ہوئے۔ دونوں حریف امیدوار ایک ہی رکشہ میں سفر کرتے ہوئے بھی دیکھے گئے۔ یہ بھی سنا گیا ہے کہ انتخابات سے دو دن قبل قریشی صاحب ووٹ مانگنے کی غرض سے کاظمی صاحب کے گھر گئے جہاں مسٹر کاظمی نے ان کا پرتپاک استقبال کیا۔ یہ مقابلہ بار کی تاریخ میں اپنی نوعیت کا واحد مقابلہ بیان کیا جاتا ہے جس میں قریشی صاحب اور کاظمی صاحب کی ذاتی کوششوں کو بہت دخل ہے۔

مانسہرہ:

جمعیۃ علماءِ اسلام کے صوبائی نائب امیر اور قومی اسمبلی کے سابق رکن حاجی فقیر محمد خان نے الائی اور کوہستان کے لوگوں سے کہا ہے کہ ایک ضلع سے دوسرے ضلع کو غلہ لے جانے پر جو پابندی ڈپٹی کمشنر مانسہرہ نے ۱۴۴ کے تحت لگائی تھی اس کے بارے میں ڈپٹی کمشنر مانسہرہ نے اسسٹنٹ کمشنر بٹگرام کو پرمٹ جاری کر دینے کی ہدایت کر دی ہے لہٰذا الائی اور کوہستان کو ضلع مانسہرہ کے کسی بھی علاقے سے مکئی لے جانے کے لئے اجازت دی گئی ہے۔ یہ مشکل اسی وجہ سے پیش آئی تھی۔ ان دونوں علاقوں کا راستہ ضلع سوات سے ہو کر گزرتا ہے اور اسی وجہ سے پرمٹ کے حصول کی ضرورت بھی پیش آئی ہے۔

حاجی فقیر محمد خان نے ضلعی حکام سے مطالبہ کیا ہے کہ مشیر زراعت کے حالیہ دورہ کے دوران منظور کردہ دو صد ٹن گندم سے تحصیل بٹگرام کا حصہ مخصوص کیا جائے اور اسے فوری طور پر تقسیم کیا جائے۔

تعاون کی اپیل:

جامع مسجد حنفیہ اہل سنت کا اپنا لاؤڈ سپیکر ہے مگر مقامی جماعت بالکل کمزور ہے سپیکر مسجد کے لئے بیٹری درکار ہے لہٰذا کوئی اللہ کا ایک ہی بندہ مسجد کے لئے بیٹری وقف فرما کر ثواب حاصل کرے۔

حافظ فضل محمد، خطیب جامع مسجد
صدر انجمن تنظیم اہل سنت والجماعت
ڈھڈی پھپھرہ، براستہ ہرنپور، ضلع جہلم

دعا کی درخواست:

گذشتہ دنوں صوفی کرم دین صاحب بٹالوی کو اچانک حادثہ پیش آیا جس کی وجہ سے ان کی تین پسلیاں ٹوٹ گئیں ہیں۔ قارئین سے انکی صحت کے لئے دعا کی درخواست ہے۔ صوفی صاحب جمعیۃ کے سرگرم کارکن ہیں۔

قاری عبدالحمید، قلعہ پھمن سنگھ

گذشتہ دنوں امیر مرکزیہ حضرت درخواستی مدرسہ عربیہ اسلامیہ عزیز القرآن میں پہنچے۔ تمام کارکنوں نے حضرت کا شاندار استقبال کیا۔ حضرت سے پہلے مولانا تاج دین صاحب بسمل نے خطاب کیا۔ ان کے بعد حضرت تشریف لے آئے، اور آپ نے اپنے مخصوص انداز میں خطبہ شروع فرمایا۔ بعد خطبہ مسنونہ کے آپ نے فرمایا کہ جس مقصد کے لئے کئی لاکھ قربانیاں دے کر یہ ملک حاصل کیا گیا تھا جب تک وہ مقصد حاصل نہیں ہو جاتا اس وقت تک ہم چین سے نہیں بیٹھیں گے اور وہ شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا نفاذ ہے۔ اور آپ نے فرمایا کہ جب تک ملک میں اسلامی نظام

نافذ نہیں ہوگا اس وقت تک ملک میں امن نہیں ہو سکتا۔ ملک کے اندر اسلامی نظام کا نفاذ ہی امن کا ضامن ہے۔ حضرت نے تمام حاضرین سے عدہ لیا کہ ملک میں اسلامی قانون نافذ کرانے کے لئے جمعیۃ علماء اسلام کا ساتھ دیں گے۔ تمام حاضرین نے وعدہ کیا کہ انشاء اللہ ہم اسلام کا قانون نافذ کرانے کے لئے جمعیت علماء اسلام کا دل وجان سے ساتھ دیں گے

اس کے بعد حضرۃ نے دعا فرمائی اور مولانا تاج دین صاحب سبل کی بیوی کی تعزیت بھی کی اور تاج دین صاحب کے مدرسہ معارف القرآن میں تشریف لے جا کر حضرت نے خطاب فرمایا اور اس کے بعد حضرت خیرپور تشریف لے گئے

جمن شاہ:

گذشتہ دنوں جمعیۃ علماء اسلام جمن شاہ کی طرف سے ہنگامی اجلاس منعقد ہوا جس کی صدارت جناب چوہدری نصیر الدین صاحب نے کی۔ اجلاس میں علاقائی صورتحال پر غور کیا گیا اور مندرجہ ذیل تجاویز منظور کی گئیں۔

۱۔ جمعیۃ کی طرف سے ایک تنظیم قائم کی گئی جو کہ علاقے کے فیصلے خود کرے گی اگر ضرورت پڑی تو قانونی کارروائی کی جاوے گی۔

۲۔ اگر کوئی مظلوم اس قدر غریب ثابت ہو کہ وہ ظالم کے خلاف قانونی کارروائی کے اخراجات برداشت نہیں کر سکتا تو جماعت کی طرف سے اس کی مالی امداد بھی کی جاوے گی۔

۳۔ علاقہ کی حدود کے اندر ہر زیادتی کرنے والے شخص کا سختی سے نوٹس لیا جائے گا۔ اگر وہ جماعتی فیصلہ کا پابند نہ ہو تو قانونی کارروائی عمل میں لائے جائیگی۔

۴۔ اگر مقامی جمعیۃ کسی فرد کی امداد اور حمایت میں قدم اٹھائے گی تو اس سے پہلے اس کے متعلق علاقہ کے افراد سے اس کی صحیح صورتحال کا جائزہ لیا جائے گا اور تفتیش کی جاوے گی کہ کیا یہ شخص اس کا مستحق ہے۔

۵۔ اگر جماعتی آدمی نے کسی سے زیادتی کی تو اس کے ساتھ بوقت فیصلہ جماعتی امتیاز نہیں برتا جائے گا اس کے بعد انتخاب عمل میں لایا گیا۔

سرپرست اول : جناب الحاج حافظ باغ علی صاحب
سرپرست دوم : مولانا محمد رمضان صاحب
صدر : جناب چوہدری نصیر الدین صاحب
نائب صدر : سیٹھ محمد حسین خان
" دوم : الحاج محمد خدا بخش صاحب
ناظم اعلیٰ : محمد احمد علی صاحب واندر ایڈوکیٹ
ناظم اول : محمد حاجی صاحب واندر
" دوم : محمد خدا بخش واندر
سالار : حاجی احمد علی
ناظم نشر و اشاعت : آزاد علی خاں صاحب
خزانچی : محمد اللہ وسایا

جامعۃ العلوم الاسلامیۃ

نیوٹاؤن۔ کراچی ۵

۱۔ بینات حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ نمبر شائع ہوگیا ہے۔

۲۔ ہمیں افسوس ہے کہ خاص نمبر کی اشاعت میں غیر معمولی تاخیر ہوگئی۔ تاخیر کی سب سے بڑی وجہ یہ ہوئی کہ اس کے صفحات ہمارے تخمینے سے بڑھ گئے۔ خیال تھا کہ اردو حصہ پانچ سو صفحوں کا ہوگا مگر وہ ــــ ساڑھے آٹھ سو تک پہنچ گیا جس کی وجہ سے اس کی قیمت میں اضافہ بھی ناگزیر ہوگیا۔ چنانچہ اب خاص نمبر کی عام قیمت /۲۷ روپے ہوگی۔

۳۔ جن حضرات کا سالانہ چندہ یکم محرم الحرام تک بیس روپے دفتر کو موصول ہوچکا ہے وہ بھی زائد رقم رعایتی -/۱۲ روپے ڈاک خرچ رجسٹری -/۳ کل رقم -/۱۵ روپے فوری طور پر ارسال کردیں تاکہ موصول ہونے پر جلد از جلد خاص نمبر ارسال کیا جاسکے۔

۴۔ خریداری نمبر کے بغیر ہرگز پرچہ ارسال نہیں کیا جائیگا۔

۵۔ کراچی کے خریدار بینات نمبر مذکور رقم ساتھ لاکر دفتر سے حاصل کریں۔ ان کو ڈاک سے ارسال نہیں کیا جائے گا۔

۶۔ جنکو اعزازی پرچہ ارسال کیا جاتا ہے ان کو نمبر ارسال نہیں کیا جائیگا۔

۷۔ طلباء ـــ ایجنسیوں اور لائبریریوں کے لئے خاص رعایت ہوگی۔

فضل حق، ناظم بینات
نیوٹاؤن، کراچی ۵
اوقات دفتر
صبح ۸ ـــ تا ـــ ایک بجے دوپہر

بقیہ: مفاہمت کی راہ

کیونکہ قومی حکومت پر باہمی اتحاد کو ترجیح دیجائیگی

اسکے ساتھ ہی یہ امر بھی خوش آئند ہے کہ جمعیۃ علمائے پاکستان کے رہنماؤں نے بھی اپنی جماعت کے مرکزی نائب صدر مولانا حامد علی خان سے ملاقات کے بعد یہ اعلان کیا کہ ہم بہر صورت پاکستان قومی اتحاد میں رہنا چاہتے ہیں اس سلسلہ میں جمعیۃ علماء پاکستان کے رہنماؤں نے نوابزادہ نصراللہ خان سے بھی ملاقات کی۔ پاکستان قومی اتحاد کے صدر کا بھی یہی بیان آیا ہے کہ جمعیۃ علماء پاکستان سے مفاہمت ہوجائے گی۔ خدا کرے ایسا ہو اور محب وطن رہنما ایک بار پھر تحریک نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح شانہ بشانہ نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفاذ کی منزل کی طرف رواں دواں ہوں۔

بقیہ: بلوچستان کی ڈائری

بلوچستان کا معاملہ تو ٹھپ ہوجاتا۔ اس وجہ سے انہوں پہلے تو قومی حکومت کی حمایت کا یقین دلایا اور نمائندے دینے سے انکار کردیا مگر پھر عابد زبیری اور عبدالخالق خان کے بہکاوے میں آگئے۔ اختلاف رائے کا تو ہر ایک کو حق حاصل ہے مگر اختلاف تو میٹنگ میں کرتے۔ سستی اور سیاسی شہرت کے لئے فوراً بیان داغ کر چیمپئن جمہوریت بننا ایک الگ مسئلہ ہے ـــ "جمعیۃ علماء اسلام" نے کالعدم نیپ سے مفاہمانہ معاہدہ کیا تھا۔ مزاری، عبدالخالق خان اور عابد زبیری سے تو معاہدہ نہیں ہوا تھا

اگر کالعدم نیپ اور حالیہ این۔ ڈی۔ پی کے لیڈر واقعی اب ان کے اشاروں پر چل رہے ہیں تو جمعیۃ علماء اسلام کو اس بارے میں سوچنا ہوگا اگر پرانے ساتھی اب بھی جمعیۃ علماء اسلام کو اپنے ساتھ دیکھنا چاہتے ہیں تو وہ اپنے ان دونوں لاڈلوں کو سمجھائیں اور مزاری صاحب کو ان کے گھیرے میں نہ آنے دیں۔

قائم مقام مرکزی صدر اور مرکزی ناظم مالیات ۲ مئی سے پورے ملک کا ہنگامی دورہ کریں گے

چاروں صوبائی مجالس عاملہ کے اجلاس طلب کر لئے گئے

مرکزی مجلس شوریٰ کا اجلاس ۹ جون کو مرکزی دفتر میں منعقد ہو گا۔

آٹھواں صوبائی تربیتی اجتماع ۲۵ تا ۲۷ مئی کو گوجرانوالہ میں منعقد ہو گا۔

جمعیۃ طلباء اسلام پاکستان کی مرکزی مجلس شوریٰ کا اجلاس ۲۲ اپریل کو گوجرانوالہ میں زیر صدارت جناب جاوید ابراہیم پراچہ قائم مقام مرکزی صدر جمعیۃ طلباء اسلام پاکستان منعقد ہوا۔ اجلاس میں درج ذیل شوریٰ کے اراکین نے شرکت کی۔

جناب میاں محمد عارف، جناب عبدالحکیم اکبری جناب جاوید ابراہیم پراچہ، محمد اجمل قادری، جناب ندیم اقبال اعوان، جناب سید سراج احمد شاہ امرد ٹی۔ جناب ملک خلیل احمد اعوان، جناب عبدالرؤف ربانی۔ محمد ظہیر میر۔ ان کے علاوہ جناب محمد اقبال خان شیروانی، جناب صفدر چوہدری، جناب ظفر یٰسین بٹ، جناب عبدالوحید شہزاد اور دیگر اراکین خصوصی نے بھی اجلاس میں شرکت کی۔

اجلاس کی کارروائی محمد اقبال شیروانی کی تلاوت کلام پاک سے شروع ہوئی۔ قائد طلباء میاں محمد عارف مرکزی صدر جمعیۃ طلباء اسلام پاکستان نے تھوڑی دیر کے لئے اجلاس میں شرکت کی اور سابقہ کارروائی مختصراً بیان کی۔ آپ نے سابقہ کارروائی کا تجزیہ کرتے ہوئے صورتحال کو تسلی بخش قرار دیا۔ آپ نے جمعیۃ کے آرگن ماہنامہ "عزم نو" کی اشاعت کو تسلی بخش قرار دیا اور اس کی مزید اشاعت بڑھانے کے لئے کارکنوں کو ہدایات جاری کیں۔ آپ نے جماعت کی مالی صورتحال پر بھی روشنی ڈالی اور اس بات پر خوشی کا اظہار کیا کہ جماعت اب "بیلنس پوزیشن" (Balance Position) میں جا رہی ہے اور وہ قرضہ جات جس سے جماعت ایک عرصے سے بندھی چلی آ رہی تھی اب بحمداللہ صورتِ حال مختلف ہے اور جماعت پر اب کوئی قرضہ واجب الادا نہیں ہے۔ آپ نے ساتھیوں کو مالی صورتحال کو مستحکم کرنے کی تلقین کی۔ آپ نے پورے ملک میں ہونے والے تربیتی اجتماعات کی کارکردگی کو بھی حوصلہ بخش قرار دیا اور کہا کہ ان تربیتی اجتماعات نے جماعت کے جمود کو ختم کر کے رکھ دیا ہے اور ان اجتماعات کے انعقاد سے تنظیمی صورتحال بہتر ہوتی نظر آ رہی ہے۔ قائد طلباء نے ملکی صورتحال کے ساتھ ساتھ جماعتی تنظیمی صورتحال پر بھی روشنی ڈالی۔ آپ نے کہا کہ "حالات تسلی بخش ہیں لیکن صورتحال حوصلہ افزا نہیں"۔ اس کے بعد میاں صاحب ایک ضروری کام کے لئے تشریف لے گئے۔

جمعیۃ طلباء اسلام کے مرکزی قائم مقام صدر جناب جاوید ابراہیم پراچہ صاحب نے جمعیۃ طلباء اسلام صوبہ سرحد کی تنظیمی صورتِ حال کا تجزیہ کرتے ہوئے بتایا کہ اب وہاں پہلے کی نسبت زیادہ کام کرنے کی ضرورت ہے۔ آپ نے امید ظاہر کی کہ جمعیۃ ہر کالج اور یونیورسٹی میں اپنے نمائندے نامزد کرے گی۔ آپ نے فرمایا مجھے امید ہے کہ ہماری جماعت اس دفعہ صوبہ سرحد میں پہلے کی نسبت فعال جماعت کی حیثیت سے ابھرے گی۔

اس کے بعد شوریٰ کے دیگر اراکین نے تنظیمی صورتحال کو بہتر بنانے کے لئے اپنے مشورے اور قیمتی آراء پیش کیں۔

صوبائی مجالس عاملہ کے اجلاس:

مرکزی مجلس شوریٰ کے ایک فیصلے کے مطابق چاروں صوبائی مجالسِ عاملہ کے اجلاس درج ذیل پروگرام کے مطابق منعقد ہوں گے۔

اجلاس صوبائی مجلس عاملہ صوبہ پنجاب بتاریخ ۴ مئی بروز جمعرات بمقام مرکزی دفتر جمعیۃ طلباء اسلام پاکستان، لاہور۔

اجلاس صوبائی مجلس عاملہ صوبہ سندھ بتاریخ ۵ مئی بروز جمعۃ المبارک بمقام حیدرآباد

اجلاس صوبائی مجلس عاملہ صوبہ بلوچستان بتاریخ ۷ مئی بروز اتوار بمقام کوئٹہ

اجلاس صوبائی مجلس عاملہ صوبہ سرحد بتاریخ ۱۲ مئی بروز جمعۃ المبارک

ان چاروں صوبائی اجلاسوں میں مرکزی

قائم مقام صدر جناب جاوید ابراہیم پراچہ اور مرکزی ناظم مالیات جناب محمد اجمل قادری شرکت کریں گے۔ اس سلسلے میں مرکز کی طرف سے چاروں صوبائی صدر حضرات کو آگاہ کر دیا گیا ہے۔ اب یہ ان کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی مجلس عاملہ کے ارکین کو دعوت نامے جاری کریں۔ علاوہ ازیں ان اجلاسوں میں درج ذیل ایجنڈا زیرِ غور ہوگا۔

۱۔ عزم نو کی اشاعت ۲۔ تربیتی اجتماعات
۳۔ تنظیمی صورت حال ۴۔ دیگر امور باجازت صدر

میاں صاحب!

مبارک باد قبول فرمائیے

جمیعۃ طلباءِ اسلام پاکستان کے مرکزی صدر جناب میاں محمد عارف صاحب کی شادی خانہ آبادی حال ہی میں بخیر و خوبی انجام پائی۔ نکاح مسنونہ حضرت درخواستی مدظلہ العالی نے پڑھایا۔ اس سلسلے میں پورے ملک سے کارکن مبارک باد کے خطوط بھیج رہے ہیں۔ چنانچہ ترجمان اسلام کے ذریعہ ہم میاں صاحب کو مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ دعا ہے اللہ تعالےٰ انہیں اولادِ نرینہ سے سرفراز فرمائے۔

اجلاس مرکزی مجلس شوریٰ

جمیعۃ طلباءِ اسلام پاکستان کی مرکزی مجلسِ شوریٰ کا اجلاس ۹ جون ۱۹۷۸ء بروز جمعۃ المبارک صبح آٹھ بجے مرکزی دفتر جمیعۃ طلباءِ اسلام پاکستان ۴-بی شاہ عالم، لاہور میں منعقد ہوگا۔ اس سلسلہ میں عنقریب دعوت نامے جاری کر دیئے جائیں گے۔

اجلاس مجلس شوریٰ صوبہ پنجاب

۲۰ اپریل بروز جمعرات جمیعۃ طلباءِ اسلام صوبہ پنجاب کی مجلسِ شوریٰ کا ایک اجلاس جناب صفدر چوہدری قائم مقام صدر جمیعۃ طلباءِ اسلام صوبہ پنجاب کی صدارت میں مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ میں منعقد ہوا۔ اجلاس میں صوبے کی جماعتی تنظیمی صورتحال کا تفصیلی جائزہ لیا گیا۔ پورے صوبے میں ہنگامی تنظیمی دوروں کا پروگرام بنایا گیا ہے جسکی تفصیل کا اعلان عنقریب شائع کر دیا جائیگا۔

آٹھواں صوبائی تربیتی اجتماع:

جمیعۃ طلباءِ اسلام صوبہ پنجاب کے زیرِ اہتمام آٹھواں صوبائی تربیتی اجتماع ۲۵ تا ۲۷ مئی مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ میں منعقد ہوگا۔ جمیعۃ کے صوبہ پنجاب کے صدر جناب ندیم اقبال اعوان نے کارکنوں کو ہدایت کی ہے کہ اجتماع میں پورے جوش و خروش سے شامل ہوں۔

ضروری اور فوری توجہ فرمائیں:

بی۔ اے اور بی۔ ایس سی امتحانات کے بعد لاہور میں مختلف شہروں سے جمیعۃ کے کارکن مختلف کالجوں اور یونیورسٹیوں میں داخلہ لے رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں ان داخل ہونیوالے ساتھیوں کو چاہیئے کہ وہ فوری طور پر مرکزی دفتر سے رابطہ قائم کریں۔ اگر کوئی طالب علم ایسا نہ کر سکے تو جس علاقہ سے وہ تعلق رکھتا ہے وہاں کی مقامی تنظیم کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ مرکزی دفتر کو آگاہ کرے کہ ہمارے فلاں ساتھی نے لاہور میں فلاں کالج میں داخلہ لے لیا ہے ہم خود رابطہ قائم کر لیں گے۔

منجانب:۔ ناظم اطلاعات

پیر شریف:

گذشتہ روز جمیعۃ طلباءِ اسلام پیر شریف کے کارکنوں کا ہفت روزہ اجلاس منعقد ہوا۔ اجلاس میں جمیعۃ طلباءِ اسلام ضلع لاڑکانہ کے صدر نے شرکت فرمائی۔ ضلعی صدر نے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے جماعتی پروگرام پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔

شکرگڑھ:

گذشتہ روز جمیعۃ طلباءِ اسلام شکرگڑھ ضلع سیالکوٹ کے زیرِ اہتمام سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ میں ایک جلسہ عام منعقد ہوا۔ اس اجلاس سے مقامی تنظیم کے ساتھیوں کے علاوہ جمیعۃ طلباءِ اسلام صوبہ پنجاب کے صدر اور طلباء کے دلوں کی دھڑکن جناب ندیم اقبال اعوان نے خطاب فرمایا۔ آپ نے سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر تقریر کرتے ہوئے کہا کہ ہم اس ملک کو صرف اور صرف اسی صورت میں ایک صحیح اسلامی اور فلاحی مملکت بنا سکتے ہیں جب کہ ہماری زندگیاں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کا عکس ہوں۔ آپ نے جمیعۃ کے اغراض و مقاصد کو بھی نہایت تفصیل سے بیان فرمایا۔ آپ نے کہا کہ جمیعۃ کے ساتھیوں ہر دور میں قربانیاں پیش کر کے اپنی صداقت کا لوہا منوایا ہے۔ آپ نے طلباء کو مزید محنت سے کام کرنے کی تلقین کی۔